ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

16 جولائی 2003ء - ۱۵ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

جلد 12 شمارہ 25

www.tanzeem.org

- جنرل صاحب کا تیسرا شوشہ (اداریہ)
- معصوم مشرف (مکتوب شکاگو)
- قوم کا اجتماعی مفاد (تجزیہ)

صدر جنرل پرویز مشرف کے نام تنظیم اسلامی کا پیغام

افواجِ پاکستان

کو ہرگز کسی بھی صورت میں عراق نہ بھیجا جائے!

ہم اپنی پیشانی پر سے کلنک کا وہ داغ بھی دھونے میں تا حال کامیاب نہیں ہوئے جو اس بنا پر لگا تھا کہ ۱۷-۱۹۱۶ء میں انگریز کی ''کرائے کی فوج'' بن کر حرم مکہ میں گولیاں چلانے والوں اور پھر ترک مسلمانوں کے خلاف جنگ کر کے برطانوی جرنیل ایلن بی کو یروشلم کا قبضہ دلانے والوں ـــــ اور اس طرح خلافتِ اسلامی کی جڑوں پر تیشہ چلانے والوں ـــــ میں ہمارے علاقے کے فوجی نمایاں طور پر شامل تھے!

اور اب

ایسا نہ ہو کہ قیامِ امن کے دھوکہ آمیز عنوان کے تحت

ہمارے وہ فوجی جن کا ماٹو: ''ایمان' تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ'' ہے' عراق پر بظاہر امریکی اور بہ باطن صہیونی قبضہ مستحکم کرنے کے لئے اپنی جانیں دے کر حرام موت مریں اور اس سے بھی بڑھ کر عراق کے ان مسلمانوں پر جو آزادی کے حصول کے لئے گوریلا جنگ شروع کریں' گولیاں چلا کر اُس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کریں جس کی سزا سورۂ نساء (آیت: ۹۳) کی رو سے اللہ کی لعنت اور جہنم میں ابدی داخلہ ہے!

''فاعتبروا یااولِی الابصار''

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ط وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ شَیۡئًا اِلَّاۤ اَنۡ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ط فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ لا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ط تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ج وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ o فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَهٗ ط فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَاۤ اَنۡ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ یُّقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ط وَتِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ o﴾ (آیت ۲۲۹۔۲۳۰)

''طلاق (رجعی) دو بار ہے پھر یا تو سیدھی طرح اپنے پاس رکھا جائے یا بھلے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ واپس لو جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو' الا یہ کہ دونوں میاں بیوی ڈرتے ہوں کہ وہ حدود اللہ کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ ہاں اگر وہ اس بات سے ڈرتے ہوں کہ اللہ کی حدود کی پابندی نہ کر سکیں گے تو پھر عورت اگر کچھ دے کر اپنی گلوخلاصی کرا لے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ ہیں اللہ کی حدود' ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ پھر اگر مرد (تیسری) طلاق بھی دے تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لئے حلال نہ رہے گی حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ ہاں اگر دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے تو پھر پہلا خاوند اور یہ عورت دونوں اگر یہ ظن غالب رکھتے ہوں کہ وہ حدود اللہ کی پابندی کر سکیں گے تو وہ آپس میں رجوع کر سکتے ہیں اور ان پر گناہ نہ ہوگا۔ یہ ہیں اللہ کی حدود جنہیں اللہ اہل علم کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے''۔

طلاق دینے کا حق دو ہی مرتبہ ہے پھر اس کے بعد یا تو گھر میں آباد رکھنے کے لئے بیوی کو بھلے طریقے سے روک لینا ہے یا پھر احسن طریقے سے رخصت کر دینا ہے کہ اب میرا تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا اور میں تمہیں رخصت کرتا ہوں۔ شوہروں کے لئے جائز نہیں کہ ان سے واپس لیں جو کچھ انہیں دے چکے ہیں یعنی نکاح کے وقت جو حق مہر دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتے ہاں اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے اور وہ سمجھ لیں کہ اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکتے تو اس طرح معاملہ طے کرنے میں ان دونوں میاں بیوی کے لئے کچھ حرج نہیں کہ عورت از خود اپنی جان چھڑانے کے لئے مہر کا کچھ حصہ مرد کو معاف کر دے۔ اس صورت کو خلع کہتے ہیں یعنی شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا مگر بیوی کہتی ہے کہ مجھے طلاق دے دو تو اس صورت میں باہمی رضامندی سے دیئے ہوئے مہر میں سے تم واپس لے سکتے ہو لیکن جب تم خود طلاق دے رہے ہو تو اس صورت میں تم مہر سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتے خواہ مہر میں ڈھیروں سونا ہی کیوں نہ دیا ہو' دیکھو یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔ تمہیں یہ احکام دیئے جا رہے ہیں تاکہ تم ان کی پابندی کرو تو جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کریں گے وہی ظالم ہیں۔

اگر تیسری مرتبہ بھی طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی البتہ اس تیسری طلاق کے بعد معروف طریقے سے وہ عورت کسی اور شوہر سے شادی کر لے اور پھر وہ نیا شوہر بھی اسے طلاق دے تو اب ان کے دوبارہ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہے کہ دونوں کو یقین ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھتے ہوئے اس کے احکام کی پابندی کریں گے۔ یہ اللہ کی وہ حدود ہیں جن کو واضح کر رہا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن مجید میں کسی اور ضمن میں اس طرح تفصیلی احکام نہیں آئے جس طرح نکاح اور طلاق کے آئے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ معاشرہ خاندانوں سے بنتا ہے اور خاندان کی بنیاد نکاح پر ہے۔ لہٰذا نکاح' طلاق اور عائلی زندگی کے متعلق پوری تفصیلات باریک بینی کے ساتھ واضح کر دی گئی ہیں تاکہ معاشرے کی بنیادی اکائی مضبوط اور مستحکم ہو کر معاشرے کو ٹھوس بنیادیں فراہم کرے۔

حالت مرض میں تندرستی کے نیک اعمال کا اجر ملتا رہتا ہے

عَنۡ أَبِیۡ بَکۡرِ بۡنِ الۡعَیَّاشِ قَالَ دَخَلۡنَا عَلٰی أَبِیۡ حَصِیۡنٍ نَعُوۡدُهٗ' وَمَعَنَا عَاصِمٌ قَالَ أَبُوۡ حَصِیۡنٍ لِعَاصِمٍ تَذۡکُرُ حَدِیۡثًا حَدَّثَنَاهُ الۡقَاسِمُ بۡنُ مُخَیۡمِرَةَ قَالَ نَعَمۡ اِنَّهٗ' حَدَّثَنَا یَوۡمًا عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ بۡنِ عَمۡرٍو قَالَ قَالَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اشۡتَکَی الۡعَبۡدُ الۡمُسۡلِمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ : اُکۡتُبُوۡلَهٗ' أَفۡضَلَ مَاکَانَ یَعۡمَلُ اِذَا کَانَ طَلَقًا حَتّٰی أُطۡلِقَهٗ')) (اخرجہ احمد)

''حضرت ابوبکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ ہم ابوحصینؒ کے پاس گئے ان کی عیادت کے لئے ہمارے ساتھ عاصمؒ بھی تھے تو ابوحصینؒ سے عاصمؒ نے کہا ہمیں وہ حدیث سناؤ جسے قاسم بن مخیمرہ نے بیان کیا ہے تو انہوں نے کہا ضرور' حضرت قاسم بن مخیمرہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا کہ جب کوئی بندۂ مسلم بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں جو اس کے اعمال لکھنے والے ہوتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے اس سے بہتر عمل لکھو جو وہ کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے تندرست نہ کر دوں۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا بندہ مومن پر بہت بڑا احسان ہے کہ بیماری کی صورت میں وہ جن کاموں کی ادائیگی کے لئے معذور ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہتر صورت میں ان کاموں کا اجر عطا کرتے رہتے ہیں اور یہ اس کی خطاؤں کی معافی کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

11-7-2003

جنرل صاحب کا تیسرا شوشہ

امریکا یاترا پر جانے سے دو چار روز قبل جنرل پرویز مشرف صاحب نے ''کیمپ ڈیوڈ'' میں صدر بُش سے اپنی ملاقات کو اپنے حق میں ثمر آور بنانے' اور پاکستانی قوم کو اپنی سوچی سمجھی راہ پر ہموار کرنے کے لئے' تین بڑے شوشے چھوڑے تھے۔ کشمیر کی تقسیم کی بنیاد پر ''روڈ میپ'' صدر بش کی خدمت میں پیش کرنا' اسرائیل کو منظور کر لینے کے لئے زمینی حقائق کی طرف توجہ دلانا اور عراق میں امریکی فوجیوں کی جان بچانے پر پاکستانی فوج کو مامور کرنا۔ سچی بات یہ ہے کہ مؤخر الذکر دونوں باتیں قوم کے ساتھ انتہائی مضحکہ خیز اور توہین آمیز مذاق کے مترادف ہیں۔

کشمیر کے روڈ میپ کے شوشے پر وہ تائب ہو گئے اور امریکہ سے واپسی کے بعد 'راستے میں کہیں' اعلان کر دیا کہ کشمیر کے اصل موقف سے ہٹنا غداری ہو گی۔ اسرائیل کی منظوری کے دوسرے شوشے کو' انہوں نے قوم کی انتہائی سخت مزاحمت کے پیش نظر' خاموشی سے کٹھالی میں ڈال دیا کہ رفتہ رفتہ ہموار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کشمیر اور اسرائیل کے مسئلوں کے حل کے لئے قوم کے پاس جانا ان کی مجبوری تھی' لیکن انہوں نے امریکی سپاہیوں کی حفاظت کے لئے آٹھ دس ہزار پاکستانی فوج کو عراق بھیجنے کے تیسرے شوشے کو' خالص باوردی کمانڈر کا معاملہ جانا۔ چنانچہ انہوں نے امریکہ سے واپسی پر' پیرس میں 3 جولائی کو ایک بھرے جلسے میں علی الاعلان اور بڑے طمطراق سے دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ ''ہم اپنی فوج عراق بھیجیں گے۔ تفصیلات طے ہونے میں ضرور کچھ وقت لگے گا' لیکن فیصلہ ہو چکا ہے۔''

یہ ذاتی فیصلہ کرنے سے پہلے کیا جنرل صاحب نے یہ سوچا تھا کہ یہ معمولی فوجی فیصلہ نہیں' بلکہ قومی اور ملّی فیصلہ ہے۔ عراقی بھائیوں پر گولی چلانے کا مطلب ہے' ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا' جو واضح طور پر حرام ہے۔ وہ وقت گزر گیا جب جنرل ایلن بی کی قیادت میں موجودہ پاکستانی علاقے کے مسلمان فوجیوں سے عراقیوں اور فلسطینیوں کو بھونا گیا تھا۔ وہ وقت بھی گزر گیا' جب بریگیڈیئر ضیاء الحق (بعد ازاں صدرِ مملکت) کی سرپرستی میں مہاجر کیمپوں میں فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا تھا۔ آج کا پاکستان' آج کی پاکستانی دانش بہت مختلف ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی اور قوم کی خود مختاری کی تلوار کی دھار کے نیچے' مجبوری اور بے بسی کی حالت میں رکھنا ایک الگ اور عارضی بات ہے' مستقل نہیں۔ جب اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے سیکورٹی کونسل کی منظوری کے بغیر اقوام متحدہ کی امن فورس عراق بھیجنے سے انکار کر دیا ہے' تو پاکستان پر آخر کیا آفت ٹوٹی ہے کہ محض ایک شخص' اپنے باوردی اقتدار کو طول دینے کے لئے امریکی چھتری کے سائے میں' پاکستانی فوج کو عراقیوں کو گولی مارنے کا ''ذاتی فیصلہ'' کر چکا ہے۔ نہیں جنرل صاحب' ایک بات یاد رہے' پاکستان کا ہر شہری اور ہر سپاہی اہل عراق کے ساتھ ہے جو سفاک امریکی اور برطانوی فوج سے اپنی آزادی کی جنگ میں تیل کی طرح اپنا خون بہا رہے ہیں۔ صبر کی گھونٹ بھرتے ہوئے اپنے تیسرے شوشے کو بھی پی جائیے۔

(ادارہ تحریر)

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 — شمارہ 25

10 تا 16 جولائی 2003ء

(۹ تا ۱۵ جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرونِ پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ .... 1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ .... 2200 روپے

❁ گائوں سرنینی' تحصیل کبل' ضلع سوات سے نوجوان رفیق احمد کا تحریر کردہ ایک خط موصول ہوا۔ لکھتے ہیں: ''تنظیم اسلامی میں شمولیت کا باقاعدہ آغاز غالیگی میں ہونے والے سالانہ ختم القرآن پروگرام میں شامل ہوکر ہوا۔ محترم بانیٔ تنظیم کی باتوں سے میں پہلے ہی متاثر تھا۔ پھر بعد میں ''ندائے خلافت'' کے لگاتار مطالعے سے میں باقاعدہ اس کا ادنیٰ کارکن ہوں۔ ''ندائے خلافت'' میں سلسلہ سید احمد شہیدؒ کا شروع کرنا دراصل اُن کی دوسو سالہ قدیم تحریک کو زندہ کرنے کے مترادف ہے' جنہوں نے انگریز کو یہاں سے نکالنے اور شریعتِ اسلامی کی بالادستی کے لئے اپنی جانوں تک کو قربان کر دیا تھا۔ اس سلسلے کے مضامین پڑھنے سے جوان نسل میں پھر وہی جذبۂ جہاد پیدا ہوگا اور مجاہدین کی تقلید کا اشتیاق پیدا ہوگا۔ اس پُرفتن اور لادینیت کے زمانے میں ''ندائے خلافت'' قلم کے ذریعے ایک عظیم جہاد ہے۔ آج ہمارے مذہبی لوگوں میں بہت سے اپنے مفادات کے لئے تگ ودو کرتے ہیں' لیکن خلافتِ اسلامیہ قائم کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں کہ زمین پر اللہ کا قانون کو بالادست کیا جائے۔ ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ''ندائے خلافت'' کے ذریعے یہ مشکل آسان ہوجائے۔''

❁ کراچی سے جناب شہاب ثاقب کا خط کسی قدر سخت ہے لیکن اکثر و بیشتر اہلِ پاکستان کی ترجمانی کرتا ہے:

'' آج 25 جون کے اخبار میں کیمپ ڈیوڈ (امریکہ) میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کے بعد امریکی صدر جارج بش اور فرسٹ لیڈی لارا بش کا صدر پرویز مشرف اور خاتونِ اوّل بیگم صہبا پرویز کے ہمراہ گروپ فوٹو شائع ہوا ہے۔

تصویر میں ایک طرف صدر بُش ہاتھ لہرا کر گویا ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے اپنے ایجنڈے پر فتح کا اعلان کر رہے ہیں جب کہ دوسری طرف ہمارے صدر پرویز مشرف صاحب نہایت تعظیم کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں گویا...... حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے!

اسی تصویر میں فرسٹ لیڈی لارا بُش نہایت وقار کے ساتھ مناسب لباس میں کھڑی ہیں جب کہ خاتونِ اول بیگم صہبا پرویز اس طرح کھڑی ہیں کہ سر دوپٹہ سے خالی ہے (حالانکہ بے نظیر بھٹو بھی سر پر دوپٹہ اوڑھتی ہیں) اور دوپٹہ سینہ کے صرف ایک جانب پڑا ہوا ہے (جیسا کہ پنجابی فلموں میں دکھایا جاتا ہے)...... ''حیا'' اور ''شرم'' کسی چیز کا نام ہیں تو انہیں اب ڈکشنری سے خارج کر دینا چاہئے...... اس منظر کو دیکھ کر لوگ پاکستان کی پہلی خاتونِ اوّل بیگم رعنا لیاقت علی خان کے دورۂ امریکہ میں ون ملین ڈالر والی مسکراہٹ کا قصہ بھول جائیں گے...... قومی سطح پر جب ہر طرف ترقی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے تو بے شرمی اور بے حیائی میں بھی ترقی کیوں نہ ہو......! ویسے بھی لغت میں ''رعنا'' کے معنی ''خوبصورت'' اور ''صہبا'' کے معنی شراب کے ہیں۔

تو اے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باسیو!

سرخ قالین بچھاؤ اور خوشی کے شادیانے بجاؤ کہ اب امریکہ بہادر کے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی سرپرستی میں ہمارے ملک میں ''ترقی پسند اسلام'' آرہا ہے...... وہ نیا اسلام' نعیم صدیقی مرحوم کے اشعار میں معمولی تصرّف کے ساتھ'

جو واشنگٹن کا ہو ذہنی غلام
صدر بُش کو مانتا ہو امام
جو رمزفیلڈ جی کے جھنڈے تلے
بڑھے اور ''جہادِ مقدس'' لڑے

❁ عبدالوہاب صاحب' کراچی

پاکستان کے معروف پارسی صحافی اردشیر کاؤس جی صاحب ایک انگریزی روزنامے میں اکثر کالم لکھتے رہتے ہیں اور جب بھی موقع ملتا ہے اسلام اور شریعت کا مضحکہ اڑانے میں وہ پورا زورِ قلم صرف کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمیں ان سے اسلام اور شریعت کا درس لینے کی ضرورت نہیں' لیکن ہم یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ کھلے عام شعائرِ اسلام کا مذاق اڑائیں۔ انہوں نے اپنے ایک حالیہ کالم میں صوبہ سرحد میں ''متحدہ مجلس عمل'' کے پیش کردہ شریعت بل پر کافی گوہر افشانی کی ہے۔ کاؤس جی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے دین میں خواتین کا حجاب بہت ضروری ہے اور موسیقی کی ممانعت ہے۔ پورے ملک میں دیواری و اخباری اشتہارات میں جس انداز میں عورتوں کی تصویریں چھاپی جاتی ہیں وہ اسلام میں ممنوع ہیں خواہ کسی کو یہ ممانعت پسند ہو یا نہ ہو۔ اُن سے درخواست ہے کہ وہ ترقی اور خوشحالی کے نام اسلام اور اس کے احکام کو نشانۂ تضحیک نہ بنائیں۔ ✿

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

رفقاءِ تنظیم اسلامی متوجہ ہوں!

رضا کارانہ تفریغ اوقات کی اپیل

رضا کارانہ بنیادوں پر رفقاءِ تنظیم اسلامی سے تفریغ اوقات کے لئے ندا کی جاتی ہے۔ لبیک کہنے والے رفقاء کے قیمتی وقت کو دینِ حق کی سربلندی کے لئے تنظیم اسلامی کے تربیتی اور دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں میں بروئے کار لایا جائے گا۔

اس منصوبے میں حصہ لینے والے رفقاء کے لئے قواعد و ضوابط درج ذیل ہیں:

(i) وقت کم از کم تین دن (ii) ہفتہ/مہینہ/سال جتنا زیادہ وقت اتنا زیادہ اجر
(iii) آغاز یکم اگست 2003ء کے بعد (iv) اوقات معین/مخصوص تاریخوں میں ہوں
(v) تمام رفقاء تنظیم قطع نظر تعلیم و تجربہ اور مرتبہ و مقام حصہ لے سکتے ہیں۔

فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ

استفادہ کرنے والے رفقاء جلد از جلد اپنے کوائف مرکز تنظیم اسلامی 67۔اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور ارسال کر دیں۔

اللہ سُبحٰنہٗ و تعالیٰ شرفِ قبولیت اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

المعلن: اظہر بختیار خلجی' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

پاکستان گویا اسرائیل کے علاج طور پر منصہ شہود پر آیا ہے

پوری دنیا میں احیائے اسلام کا جو جذبہ کار فرما ہے‘ اس کی ساری امیدیں پاکستان سے وابستہ ہیں

آج پورا عالم عیسائیت اسرائیل کی پشت پر ہے‘ اسرائیل کو تسلیم کرنا ظلم اور ناانصافی کا ساتھ دینا ہے

قیامت سے قبل آخری معرکۂ حق و باطل کے طور پر پاکستان اور اسرائیل ہی بالفعل ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں گے

پاکستانی عوام کو اسرائیل کے تسلیم کئے جانے اور پاکستانی افواج عراق بھیجنے کے فیصلے کے خلاف سراپا احتجاج بن جانا چاہئے

اگر ہم اپنے رخ کو اللہ کی طرف کر کے امریکی دباؤ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیں تو امریکہ پاکستان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

اسرائیل نامنظور کیوں؟

کے موضوع پر مسجد دارالسلام باغ جناح‘ لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے

4 جولائی 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

پاکستان کی 55 سالہ تاریخ میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے گاہے بگاہے دبی زبان سے باتیں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ پاکستان کی مقتدر ترین شخصیت نے اس کو تسلیم کرنے کا نہ صرف وعدہ کر لیا ہے‘ بلکہ قرائن بتاتے ہیں کہ فیصلہ ہو چکا ہے صرف وقت کے تعین کا مسئلہ ہے کہ کب اعلان کیا جائے‘ جبکہ امریکہ کا اصرار ہے کہ اس سال کے خاتمہ تک اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ آج کل کرائے کے دانشور ٹی وی‘ ریڈیو اور اخبارات میں اس کے حق میں بڑھ چڑھ کر دلائل دے رہے ہیں اور ایک کورس کے انداز میں راگ الاپ رہے ہیں کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

لہٰذا ہم بھی آج اس مسئلے کا تاریخی اور علمی اعتبار سے جائزہ لیں گے کہ یہ مسئلہ ہے کیا؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ اور ہمیں اسرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔

پاکستان اور اسرائیل میں مشترک قدریں:

سب سے پہلے تو اس مسئلے کا جائزہ لیتے چلیں کہ پاکستان اور اسرائیل کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ دراصل ان دونوں ملکوں میں کچھ باتیں بظاہر مشترک ہیں‘ اگرچہ باطنی طور پر یہ اشتراک حقیقی نہیں بلکہ ان میں کچھ فرق ہیں۔ وہ مشترک چیزیں کیا ہیں:

1۔ یہ دونوں ملک مذہب کے نام پر قائم ہوئے۔ پاکستان کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں‘ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ اسرائیل بھی بظاہر یہودی مذہب کے نام پر قائم ہوا۔ لیکن یہود مذہب چونکہ باطنی طور پر ایک نسلی مذہب ہے اس لئے اس کے قیام کی بنیاد مذہبی نہیں بلکہ نسلی (Racial) ہے۔ حال ہی میں ڈربن ساؤتھ افریقہ میں ایک عالمی کانفرنس میں یہ قرارداد سامنے آئی تھی کہ اسرائیل ایک نسل پرست ریاست ہے اور یہ نسل کی بنیاد پر فلسطینیوں پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ وہاں سے اسرائیل اور امریکہ نے واک آؤٹ کیا‘ اور امریکہ نے اس قرارداد کو روکنے کے لئے پورا زور لگا دیا۔ بہرحال پوری دنیا متفق تھی کہ اسرائیل ایک نسل پرست ریاست ہے جو دوسری نسلوں پر ظلم ڈھا رہی ہے۔

2۔ دوسری قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں ملک تقریباً ہم عصر ہیں یعنی ایک ہی وقت میں وجود میں آئے۔ دونوں میں اتفاقاً ٹھیک 9 ماہ کا وقفہ ہے۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو بنا جبکہ اسرائیل 14 مئی 1948ء کو قائم ہوا۔ میرے خیال میں اس میں بھی ایک معنوی ربط ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے: ”اللہ نے کوئی مرض ایسا پیدا نہیں کیا جس کی دوا نہ پیدا کی ہو“۔ گویا اللہ نے ٹھیک نو ماہ قبل اسرائیل کے علاج کے طور پر پاکستان قائم فرمایا جس نے آگے چل کر آخری معرکۂ حق و باطل میں اسرائیل کے سامنے آنا ہے۔

3۔ دونوں ملک Tips of the Iceberg کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن پورا عالم عیسائیت اور Wasp اس کی پشت پر ہے۔ اسی طرح پاکستان بھی کوئی بڑا ملک نہیں لیکن پوری امت مسلمہ میں احیائے اسلام کا جو جذبہ کار فرما ہے اس کی ساری امیدیں پاکستان سے وابستہ ہیں۔ قیامت سے قبل یہ دونوں بڑے تودے آپس میں ٹکرانے والے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں قیامت سے قبل آخری جنگ کے طور پر حق و باطل میں ایک بہت بڑے معرکہ کی خبر دی گئی ہے۔

ایک بڑا فرق:

اس اشتراک کے علاوہ ایک بہت بڑا فرق جو ان دونوں ممالک میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان ایک خطے میں پہلے سے مقیم ایک قوم کی دستوری اور پر امن جدوجہد کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ جبکہ اسرائیل کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ ایک قوم جو ساڑھے اٹھارہ سو سال قبل فلسطین سے نکلی تھی‘ آج ظلم اور دھاندلی سے یہاں آ کر دوبارہ قابض ہو گئی۔ انہیں 70ء میں یہاں سے نکالا گیا۔ نیز جب یہ یہاں سے بے دخل ہوئے تو حاکم نہ تھے بلکہ 400 برس سے رومیوں کے غلام تھے۔ یہودیوں کے ایک فرقے ذی لوٹس نے حضرت عیسیٰؑ کے رفع سماوی کے 37 برس بعد 70ء عیسوی میں رومیوں کے خلاف بغاوت کی تو ٹائیٹس رومی نامی جرنیل نے ان پر حملہ کیا اور ایک دن میں ایک لاکھ تیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور انہیں یہاں

سے نکال دیا۔ اس وقت سے یہ پوری دنیا میں پھیل گئے۔ اس عرصے کو یہ اپنا دورِ انتشار Dia spora کہتے ہیں۔

اس عرصہ کے دوران انہیں کہیں پناہ نہ ملی۔ البتہ طارق بن زیادہ نے جب سپین پر حملہ کیا تو وہاں آباد یہودیوں نے طارق بن زیاد کی مدد کی تو انہیں سپین کی مسلمان حکومت میں بہت زیادہ اثر ورسوخ حاصل ہوگیا۔ جس کو استعمال کرتے ہوئے یہودیوں نے فرانس' اٹلی اور برطانیہ سے سپین میں مسلمانوں کی قائم کردہ یونیورسٹیوں میں حصولِ علم کے لئے آنے والے نوجوانوں میں اپنا اثر بڑھایا جس کے نتیجے میں عیسائیت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک کیتھولک اور دوسرا حصہ پروٹسٹنٹ بن گیا۔ یہودیوں نے پروٹسٹنٹ فرقے کے ذریعے سود اور سیکولرازم کو رواج دیا۔ یوں انہوں نے سودی کاروبار کی اجازت لے کر بینکنگ سسٹم قائم کیا اور عیسائی حکومتوں کو سودی قرضے دے کر اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ گویا فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں آگئی۔ اس دوران انہوں نے فلسطین پر قبضہ حاصل کرنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ بالآخر انہوں نے برطانیہ کے ذریعے 1917ء میں یہاں آباد ہونے کا حق حاصل کر لیا۔ پہلے انہوں نے پیسے سے مکانات اور زمینیں خریدیں۔ جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو انہوں نے دھونس اور زبردستی سے علاقوں پر قبضہ شروع کیا اور مقامی لوگوں کو طاقت کے بل پر بے گھر کر دیا۔ یہاں تک کہ یہودی ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا۔

آج امریکہ انہی پروٹسٹنٹس کا امام ہے جبکہ برطانیہ اس کا چھوٹا بھائی بنا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عراق کے خلاف یہ دونوں ایک تھے جبکہ اولڈ یورپ ان کے خلاف تھا کیونکہ وہ کیتھولک ہیں۔ کیتھولک اکثریت والے ممالک جنہیں قدیم یورپ کہا جاتا ہے' یروشلم میں ایک عیسائی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں' جبکہ پروٹسٹنٹس وہاں یہودی حکومت قائم کر کے ہیکل سلیمانی تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ زمین پر آمد اسی وقت ہوگی جب یہ مراحل طے ہو جائیں گے۔ البتہ تمام تر اختلافات کے باوجود یہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں سے مسلمانوں کو نکال باہر کیا جائے۔

جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے وہ فلسطین ہی کا علاقہ نہیں بلکہ مصر' شام اردن اور سعودی عرب کے بعض علاقوں تک گریٹر اسرائیل کے قیام کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ گرا کر ہیکل سلیمانی بھی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہودیوں نے بیت المقدس میں ''قبۃ الصخرہ'' گرا دیا تو عالم اسلام میں ایک طوفان اٹھے گا جس کا کسی کو اندازہ نہیں' عالم اسلام کی حکومتیں اس سیلاب میں بہہ جائیں گی۔ احادیث کی رُو سے قبل از قیامت اسلام اور کفر کے درمیان جو ایک فیصلہ کن ٹکر ہونے والی ہے میرے نزدیک یہ واقعہ اس جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ اس جنگ میں یہودی اور عیسائی دنیا ایک طرف ہوگی اور عالم اسلام ایک طرف ہوگا۔ اللہ کے رسولؐ کے فرمان کے مطابق عیسائی دنیا 80 جھنڈوں تلے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوگی اور ہر جھنڈے کے نیچے 12 ہزار فوج ہوگی۔ گویا مجموعی طور پر 9 لاکھ 60 ہزار فوج مشرق وسطیٰ پر حملہ کرے گی۔ اس وقت حضرت مہدی اور مسیح علیہ السلام اس یلغار کا مقابلہ کریں گے' ان دونوں شخصیات کی مدد کے لئے حدیث کے الفاظ میں خراسان کے علاقے سے مسلمان پہنچیں گے۔ پرانے خراسان میں افغانستان کے علاوہ پاکستان اور ایران کا کچھ حصہ شامل ہے۔

علامہ اقبال اور قائداعظم کے نظریات:

اب آیئے دیکھیں کہ اسرائیل کے حوالے سے ہمارے اکابرین کے کیا خیالات رہے ہیں' مصور و مبشر پاکستان علامہ اقبال اپنے ایک شعر میں اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟

یعنی اگر دو ہزار برس پہلے نکلی ہوئی قوم کو دوبارہ فلسطین میں لا کر آباد کیا جا سکتا ہے جو یہاں کبھی حاکم بھی نہیں رہی بلکہ محکوم تھی تو پھر عربوں کو ہسپانیہ واپس ملنا چاہئے کیونکہ وہ کئی صدیوں تک وہاں حاکم رہے ہیں۔

اسی طرح 25 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے رائٹر نیوز ایجنسی کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ

> ''فلسطین کے بارے میں ہمارے موقف کی وضاحت اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ محمد ظفر اللہ خان نے کر دی ہے مجھے اب بھی یہ امید ہے کہ تقسیم (فلسطین) کا منصوبہ مسترد کر دیا جائے گا ورنہ ایک خوفناک چپقلش کا شروع ہو جانا ناگزیر اور لازمی امر ہے۔ یہ چپقلش عربوں اور منصوبہ تقسیم نافذ کرنے والوں کے درمیان نہ ہوگی بلکہ پوری اسلامی دنیا اس فیصلے کے خلاف عملی طور پر بغاوت کرے گی کیونکہ ایسے فیصلے (اسرائیل کے قیام) کی حمایت نہ تو تاریخی اعتبار سے کی جا سکتی ہے اور نہ ہی سیاسی اور اخلاقی طور پر۔ ایسے حالات میں پاکستان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ عربوں کی مکمل اور غیر مشروط حمایت کرے اور خواہ مخواہ کے اشتعال اور دست درازیوں کو روکنے کے لئے جو کچھ اس کے بس میں ہو پورے جوش و خروش اور طاقت سے بروئے کار لائے''۔

علامہ اقبال اور قائداعظم کے خیالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا ظلم اور ناانصافی کا ساتھ دینا ہے۔ چنانچہ اس وقت اسرائیل کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے جو بحث جاری ہے اس کا تجزیہ کیا جائے تو یہ اصول پرستی اور ابن الوقتی کا مقابلہ ہے۔ اصول کی بات کی جائے تو اسرائیل کو کسی قیمت پر تسلیم نہ کیا جائے۔ اگر گیدڑ کی سو سالہ زندگی کو بہتر سمجھتے ہوئے ابن الوقتی کو اپنائیں تو اسرائیل کو تسلیم کرنے میں فائدے ضرور ہیں مگر دیرپا نہیں۔ دراصل یہ جنگ یہودیوں اور عربوں کی نہیں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہے۔ اگر عرب ممالک کے حکمران امریکہ کی طاقت کے آگے جھک کر اسرائیل کو تسلیم کر لیں تو یہ ہمارے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ ویسے بھی یہ ممکن ہی نہیں کہ اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان کوئی امن کا عمل کسی صورت کامیاب ہو سکے۔ موجودہ سیز فائر کے ذریعے اسرائیل محض وقت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی حمیت مر جائے۔ گزشتہ ایک عشرے کے مذاکرات ہمارے سامنے ہیں۔ کیمپ ڈیوڈ' اوسلو' وائی ریور اور پتہ نہیں کہاں کہاں مذاکرات ہوئے لیکن عین وقت پر اسرائیل ہمیشہ مکر جاتا ہے۔ بہرحال ہم اسرائیل کو تسلیم کریں یا نہ کریں وہ پاکستان کو کمزور کرنے اور ایٹمی اثاثے ختم کرنے یا ان پر قبضہ کرنے کی ضرور کوشش کرے گا کیونکہ اسرائیل پاکستان کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہے۔ ہم امریکہ اور اسرائیل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جو چاہیں کر لیں' پاکستان کی باری آ کر رہے گی۔ اگرچہ اس وقت امریکہ کی یہ حیثیت بن گئی ہے کہ اس کے دامن میں پناہ لینے کے علاوہ کسی کے لئے کوئی چارہ ہی نہیں۔ امریکہ کا کوئی مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ امریکہ نے دجال کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ اس کی دجالیت کی تکون سیکولرازم' سود اور بے حیائی پر مشتمل ہے۔ لیکن اگر ہم اللہ پر بھروسہ کر کے اس وقت دین اسلام کے تقاضوں' اخلاقی اصولوں اور غیرت و حمیت کی قدروں کی پاسداری کرتے ہوئے امریکی دباؤ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیں اور یہاں اللہ کا دین قائم کر دیں تو اللہ کی مدد ہمیں حاصل ہوگی اور پھر کوئی پاکستان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

اس کے علاوہ صدر مشرف پاکستانی فوج کو امریکی تسلط برقرار رکھنے کے لئے عراق بھیج رہے ہیں جو کسی طور پر درست نہیں۔ لہٰذا پاکستانی عوام کو اسرائیل کے تسلیم کئے جانے اور پاکستانی فوج کو عراق بھیجے جانے کے فیصلے کے خلاف سراپا احتجاج بن جانا چاہئے۔ اس ضمن میں دینی جماعتوں سے جس کردار کی توقع کی جا رہی تھی افسوس کہ وہ سامنے نہیں آ رہا۔ ایم ایم اے ان اہم مسائل پر احتجاج کرنے کے بجائے ایل ایف او اور اسمبلی کی سیٹوں پر حکومت سے لڑ رہی ہے۔

قوم کا اجتماعی مفاد

تحریر: مرزا ایوب بیگ

آج پاکستان کی حالت زار کا کون ذمہ دار ہے؟ پاکستان اپنے قیام کے صرف چوبیس سال بعد کیوں ٹوٹ گیا؟ پاکستان میں عدل وقسط پر مبنی اسلامی نظام کیوں قائم نہیں ہو سکا؟ پاکستان میں امن و امان کی صورت کیوں بدترین حالت میں ہے؟ ڈاکے اور قتل و غارت کیوں عام ہے؟ رشوت ستانی کا بازار کیوں گرم ہے؟ فرقہ واریت کیوں بدترین شکل میں موجود ہے؟ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں' بجلی کا نظام درہم برہم ہے۔ اکثر علاقوں میں پانی نایاب ہے' گرانی شہریوں کی کمر توڑ رہی ہے' یوٹیلٹی بل دیکھ کر شہری کا بلڈ پریشر غیر متوازن ہو جاتا ہے' جمہوری ادارے مضبوط نہیں ہو سکے۔ ہر دو چار سال بعد جمہوریت بھاری بوٹوں تلے روندی جاتی ہے۔ سیاست عبادت نہیں بلکہ دکانداری بن گئی ہے۔ پاکستان کے بجٹ میں اور بہت کچھ ہے لیکن عوام کی تعلیم اور صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کچھ نہیں۔ افواج پاکستان پاکستان کی سالمیت کو تو برقرار نہ رکھ سکے' حیدر آباد دکن' جونا گڑھ اور مناواں کو بھارت کی جارحیت سے نہ بچا سکے البتہ اسلام آباد کو چوتھی بار فتح کیا ہے۔ عدلیہ کا رول شاید سب سے بُرا ہے وہ عام شہریوں کو تو انصاف مہیا نہیں کر سکتی۔ البتہ نظریۂ ضرورت کے تحت تاریخی فیصلے کرتی ہے۔ عدالتوں میں انصاف سر عام بکتا ہے۔ آپ نے انصاف حاصل کرنے کے لئے اگر ادائیگی نہیں کی تو یہ نسل در نسل نصیب نہیں ہوتا۔ عام شہری سرکاری محکموں میں جاتے ہوئے یوں ڈرتا ہے جیسے کسی درندے کے پنجرے میں داخل ہو رہا ہے۔ عوام کے مہیا کردہ فنڈز سے تنخواہ اور مراعات حاصل کرنے والی بیورو کریسی عوام سے جانوروں سے بدتر سلوک کرتی ہے۔ پولیس کے نزدیک ہر شریف آدمی ایک شکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ انکم ٹیکس والے ہر تاجر کو چور سمجھتے ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہے اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کسی عام پاکستانی شہری سے یہ سوال کر لیں تو فوری جواب ملے گا ہمارے حکمران اس کے ذمہ دار ہیں۔ حکمران' صرف حکمران ذمہ دار ہیں کیونکہ قوت و اختیار ان کے پاس ہے۔ ہم شہری تو بے بس ہیں' مجبور ہیں۔ راقم کو اس عام تصور سے جزوی اختلاف ہے۔ یقیناً حکمرانوں نے اس ملک کی صورت کو بگاڑنے میں اہم اور کلیدی رول ادا کیا ہے لیکن عام شہری بھی اس بگاڑ کا برابر کا حصہ دار نہ سہی کسی قدر حصہ دار یقیناً ہے۔ آیئے پہلے عام شہری کی تعریف کریں ہر وہ شخص جس کے پاس براہ راست کوئی اقتدار و اختیار نہ ہو عام شہری کہلاتا ہے۔ اس تعریف کے مطابق سیاسی و مذہبی جماعتیں اور ان کے کارکن جنہیں اقتدار حاصل نہیں ہوا وہ بھی عام شہری ہیں وہ دولت مند تاجر اور صنعت کار جو حکومتی ایوانوں تک رسائی نہیں رکھتے وہ بھی عام شہری ہیں۔ عام تصور کے مطابق جو ملک کو بنانے سنوارنے میں اور مذکورہ بالا مصائب جن سے عام پاکستانی دوچار ہے اس سے نجات حاصل کرنے میں عام شہری کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا۔

راقم کی رائے میں صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے تاریخ پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے ان عام شہریوں یا سیاسی مذہبی جماعتوں یا اداروں کے اپنے مفادات حکومتی اقدام کی زد میں آئے ہیں تو وہ ان حکومتی اقدامات کے خلاف دیوانہ وار میدان میں نکلے ہیں وہ مرنے یا مارنے پر تل جاتے ہیں اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر اوقات حکومت سے اپنے مطالبات منوا کر چھوڑتے ہیں اور حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن قومی اور اجتماعی مفادات کے حوالہ سے یہ عام شہری میدان میں نکلنا پسند نہیں کرتا۔ ماضی قریب سے چند مثالیں حاضر ہیں صدر مشرف ہماری تاریخ کے طاقتور ترین حکمرانوں میں سے ہیں انہوں نے ریڈیو ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں ٹیکسیشن کا نظام انتہائی خراب ہے اب سیلز ٹیکس کا عام نفاذ ہو گا۔ اور ہر تاجر کو اپنی فرم رجسٹرڈ کرانی ہو گی۔ تاجر چاہیں تو لمبی ہڑتال کر لیں جب دکانیں کھولیں گے تو رجسٹریشن کے لئے فوج کا سپاہی باہر کھڑا ہو گا کئی ماہ زبردست کشمکش جاری رہی اگرچہ ٹیکس کی ادائیگی میں خاصا اضافہ ہو گیا وہ ماضی میں بھی حکومتیں کسی نہ کسی انداز میں کرواتی رہیں۔ لیکن سیلز ٹیکس اور رجسٹریشن کے نظام کی تاجروں نے ایسی زوردار مزاحمت کی کہ آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ حکومتی مہم 90 فیصد ناکام رہی لیکن تاجروں کو ملکی سطح پر سیاسی نظام کو بلڈوز کرنے' ریفرنڈم جیسے فراڈ اور بین الاقوامی سطح پر افغانستان اور عراق کی تباہی و بربادی پر حکومت کے رول کے خلاف ایک دن ہڑتال کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ ٹرانسپورٹرز اور آئل ٹینکرز کے مالکان گزشتہ تین سال میں ہڑتال اور پہیہ جام کی دھمکی دے کر حکومت سے کرائے بڑھانے کا مطالبہ منوا چکے ہیں۔ تاجر' وکیل' ٹرانسپورٹر' مالکان آئل ٹینکرز یہ سب عام شہری کی فہرست میں آتے ہیں اگر کسی قومی یا ملی مسئلہ پر متحدہ ہو کر میدان میں اتر آئیں تو حکومت کے لئے ان کی منشا کے خلاف کوئی پالیسی بنانا قریباً ناممکن ہے۔ لیکن قوم کے اجتماعی مفاد میں وہ کبھی ایسا نہیں کرتے۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ پاکستان کے لوگ ہر محفل میں' ہر جگہ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کے مسائل کا حل ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے لیکن عوام' مذہبی جماعتیں خصوصاً مذہبی' سیاسی جماعتیں اسلامی نظام کے نفاذ کو اپنی تقریروں اور تحریروں تک محدود رکھتے ہیں مگر اپنے اس دینی فریضہ کی ادائیگی کے لئے سروں پر کفن باندھ کر میدان میں اترنے کو تیار نہیں۔ حکومت کو چیلنج کیا جاتا ہے جب ذاتی یا گروہی مفاد پر زد پڑے۔ اس معاملے میں خصوصاً مذہبی' سیاسی جماعتوں کا رول بڑا افسوس ناک ہے۔ بحالیٔ جمہوریت کے لئے' ایل ایف او کے خلاف' جرنیلوں کی وردی کے خلاف ڈنکے کی چوٹ پر میدان میں آنے کو تیار ہیں۔ اپنی تمام تر توانائیاں ان چیزوں کے خلاف لگا رہے ہیں' اسی لئے ان پر یہ پھبتی بھی کسی جاتی ہے کہ مذہبی رہنماؤں کو اسلام نہیں' اسلام آباد کی ضرورت اور خواہش ہے۔ ہمارے مذہبی رہنما جوش و خروش سے انتخابات میں حصہ لیتے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انتخابات سے نظام نہیں بدلا کرتے۔ انتخابات موجود اور چلتے ہوئے نظام کو بہتر اور مضبوط کرنے کے لئے کروائے جاتے ہیں۔ مذہبی رہنما اٹھتے بیٹھتے نظام کو کوسنے دیتے ہیں اور سارے مسائل کی جڑ قرار دیتے ہیں لیکن پھر خود انتخابات میں حصہ لے کر اسی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اگر حکومت دینی مدارس کی رجسٹریشن کا قانون بنائے یا مدرسے کی سند کو قبول نہ کر کے کسی عالم دین کے انتخاب کو کالعدم قرار دے دے تو مذہبی رہنما ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اور فوراً باہمی طور پر متحد ہو جاتے ہیں لیکن عدل وقسط پر مبنی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے تقریروں سے بات آگے نہیں بڑھاتے۔ پاکستان کی چھپن سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک دو بار مذہب کے جذباتی پہلو کے حوالہ سے مذہبی جماعتیں میدان میں آئیں مثلاً احمدیوں کے خلاف تحریک چلائی گئی یا توہین رسالت کے مسئلہ پر سڑکوں پر آئے اور دونوں معاملات میں اللہ نے انہیں کامیابی عطا کی لیکن بحیثیت کلی دین کے نفاذ کی خاطر کبھی مذہبی جماعتوں کی طرف سے کال نہیں دی گئی اینٹی

بھٹوتحریک پراس لئے تحریک نظام مصطفیٰ کا لیبل لگا دیا گیا تھا کہ وہ تحریک جو کہ انتخابات میں دھاندلی کے خلاف شروع کی گئی دبتی ہوئی محسوس ہونے لگتی تھی اسی لئے جونہی فوج نے بھٹو کو ہٹا دیا تحریک ختم کر دی گئی اور اس کامیابی پر خوشی کے شادیانے بجائے گئے اگر یہ واقعتاً تحریک نظام مصطفیٰ ہوتی تو یہ جاری رہتی اور نئے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو چیلنج دیا جاتا کہ جب تک وہ اسلامی نظام کے عملی نفاذ کا اعلان نہیں کریں گے تحریک جاری رہے گی لیکن سیاسی مقاصد کی تکمیل کے بعد ایک روز بھی تحریک جاری نہ رہی۔ لہٰذا راقم یہ کہنے میں قطعی طور پر جھجک محسوس نہیں کرتا کہ اصل اور حقیقی مجرم یہ مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں جنہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کا فریضہ ادا کرنے میں اپنی حقیقی ذمہ داری سے پہلوتہی اختیار کی اور باطل نظام کی وجہ سے ملک آج اس حالت کو پہنچا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ فوجی یا سول سیاست دان جو ملک میں حکمرانی کے مزے لوٹتے رہے ہیں اور لوٹ رہے ہیں اس بگاڑ میں اُن کا ہاتھ نہیں ہے لیکن کہنے کی اصل بات یہ ہے کہ کسی نے بھی (الا ماشاء اللہ) اپنی ذمہ داری ادا نہیں کی ہر کوئی یہ کہہ کر فارغ ہو جاتا ہے کہ حکمران بُرے ہیں اور ہم بے بس۔ جس طبقہ کے مفاد پر زد پڑی وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آ جاتا ہے۔ شاید اس قوم کا کوئی اجتماعی مفاد نہیں ہے۔ یقیناً اس قوم کا کوئی اجتماعی مفاد نہیں رہا کیونکہ نظریہ پاکستان سے انحراف کی وجہ سے قوم گروہوں اور قومیتوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔

فریبِ نظر

ایک شخص کی کلہاڑی چوری ہوگئی۔ اس کے دل میں یہ وہم بیٹھ گیا کہ کلہاڑی پڑوسی کے بیٹے نے چرائی ہے۔ اس نے لڑکے کی چال کا بغور جائزہ لیا تو اسے لگا جیسے وہ چوروں والی ہے۔ اس نے لڑکے کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو وہ بھی چوروں جیسے لگے' لڑکے کا انداز گفتگو بھی اسے چوروں والا لگا' مختصر یہ کہ اسے لڑکے کی ساری حرکات وسکنات ایک چور جیسی لگیں۔

ایک دن وہ کسی کام سے جنگل میں گیا تو وہاں اسے اپنی کلہاڑی مل گئی جو وہ بھول آیا تھا۔ اس دن کے بعد اسے لڑکے کی تمام حرکات وسکنات میں معصومیت نظر آنے لگی۔

(یہ چینی حکایت اسلم اختر نے گجرات سے بھجوائی ہے)

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

شعبہ سمع و بصر کی پیشکش

قیمت فی VCD -/40 روپے

بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
کی تقاریر و دروس پر مشتمل

ویڈیو سی ڈیز

1- عظمت مصطفیٰ ﷺ — 2VCDs
2- ختم نبوت اور تکمیل رسالت — 2VCDs
3- قائداعظم اور علامہ اقبال کا "نظریہ پاکستان" — 2VCDs
4- جہاد فی سبیل اللہ کے مراحل اور لوازم — 2VCDs
5- نجات کی راہ — 2VCDs
6- ابلیس کی مجلس شوریٰ — 2VCDs
7- متاع الغرور (دنیا دھوکے کا سامان) — 1VCD
8- توبہ کی عظمت اور تاثیر — 1VCD
9- شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں ایک اصلاحی تحریک — 1VCD
10- منتخب نصاب (جاری) — 61VCDs
11- بیان القرآن — قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تشریح — 108VCDs

ملنے کا پتہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**
36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 03-5869501
www.tanzeem.org e-mail: info@tanzeem.org

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:
کورس کے تفصیلی پراسپکٹس کے لئے
ناظم کورس' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 03-5869501)

معصوم مشرف

تحریر : رعنا ہاشم خان

''شنگریلہ'' صدر روز ویلٹ نے بڑی چاہت سے قائم کروایا تھا۔ جنگِ عظیم دوم میں ٹوکیو پر جس مقام سے امریکہ نے کامیاب حملے کیے تھے اس کا نام شنگریلہ تھا۔ لہٰذا کیمپ ڈیوڈ کا پہلا نام صدر روز ویلٹ نے شنگریلہ منتخب کیا تھا جو بعد میں بدل کر کیمپ ڈیوڈ ہو گیا۔ کیمپ ڈیوڈ صدر روز ویلٹ سے لے کر موجودہ امریکی صدر مسٹر بش جونیئر تک سب کے لئے نہ صرف ایک پر فضا تفریحی مقام بنا رہا ہے بلکہ ان سب کے لئے پرائیویسی' ریسٹ اور پوری دنیا کا پُرسکون ماحول میں بیٹھ کر بغور ''مشاہدہ'' کرنے اور قوموں کی تقدیروں سے کھیلنے کے لئے ہمیشہ بڑا سازگار ثابت ہوتا رہا ہے۔

جنگ ہو یا امن' ورلڈ وار II سے لے کر سانحہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر تک کیمپ ڈیوڈ نے ایسے گوشہ عافیت کا کردار ادا کیا ہے جو امریکی صدر کے لئے فیصلے کرنے میں معاون ثابت ہو سکے۔ کیمپ ڈیوڈ کی تاریخ میں کئی ایسے صدر ہو گزرے ہیں جنہوں نے دوسرے سربراہانِ مملکت کو بھی یہاں شرفِ میزبانی بخشا اور تاریخ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ اس میزبانی کے پیچھے ہمیشہ خاص مقاصد کی کارفرمائی رہی ہے۔ سب سے پہلے یہاں آنے والے بیرونی مہمان برطانوی وزیرِ اعظم ونسٹن چرچل تھے جو ۱۹۴۵ میں یہاں مدعو کیے گئے تھے اور وہ ہمیشہ اس اعزاز پر نازاں رہے۔

حال ہی میں 24 جون کو یہ ''خوش نصیبی'' دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا بلا چون و چرا الٰہی خوشی ساتھ دینے پر جنرل سید پرویز مشرف کو بطورِ انعام بخشی گئی ہے۔ تاکہ آئندہ بھی معزز جنرل القاعدہ کے خلاف کھوج کدھیڑ میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کریں' بھارت کے ساتھ امریکی خواہشات کے عین مطابق روابط بڑھائیں اور پاکستانی فوجی دستے عراق بھیج سکیں۔ پہلے یہ ملاقات صدر بش کے ٹیکساس میں واقع ذاتی فارمز پر طے پائی تھی۔ لیکن اچھے اور دوستانہ تعلق جتانے کے لئے اور مشرف کو بہترین دوست قرار دینے کے لئے کیمپ ڈیوڈ سے موزوں جگہ کوئی اور نہیں تھی۔

واشنگٹن پوسٹ کے مطابق ایک پاکستانی آفیشل کا کہنا تھا کہ کیمپ ڈیوڈ میں میٹنگ کا مطلب ہوگا کہ جارج بش اس کو ذاتی نوعیت کا درجہ دے رہے ہیں۔ گو کہ امریکی حلقوں میں یہ پریشانی پائی جا رہی تھی کہ بش مشرف ملاقات کیمپ ڈیوڈ میں ہونے پر بھارت ضرور چیں بہ جبیں ہوگا لیکن چونکہ پاکستان کی زمین افغانستان میں آپریشن کے لئے اسٹیج کا کام سرانجام دے رہی ہے لہٰذا جیت مشرف کی ہوئی۔ کیمپ ڈیوڈ میں بلا کر ہائی لیول پروٹوکول دینے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جارج بش جنرل مشرف سے یہ ''اپیل'' کر سکیں کہ وہ پاکستان کے ان قبائلی علاقوں میں جو افغان بارڈر کے ساتھ ہیں اسلامی جہادیوں پر پابندی عائد کریں۔

مشرف کی یہاں آمد پر امریکی ٹی وی نے پاکستان سے متعلق کافی رنگا رنگ پروگرام پیش کیے جن کا لب لباب یہی تھا کہ افغانستان کی طرح اب پاکستان میں بھی اسلامی انتہا پسند زور پکڑ رہے ہیں' سرحد میں ''ریٹرن آف طالبان'' شروع ہو چکا ہے' ویڈیو' آڈیو کیسٹ جلائے جا رہے ہیں' بسیں خوب ڈیکوریٹیڈ تو ہیں مگر میوزک سے محروم ہیں' اور خواتین ''ٹینٹ'' میں نظر آ رہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مشرف امریکی ٹی وی پر ہونے والے اپنے انٹرویو میں یہ یقین دلا کر گئے ہیں کہ سرحد میں شریعت کا نفاذ ملک کے دوسرے حصوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس طرح کی حرکتیں کرنے والے ملک کو ترقی نہیں کرنے دیں گے۔

جنرل مشرف کو کیمپ ڈیوڈ میں بطورِ انتہائی آنرڈ گیسٹ اور لیڈر آف مسلم ورلڈ لیا گیا۔ وائٹ ہاؤس نے ان کو ایگریسو قرار دیا۔ انہیں امریکہ کا دوست کہا گیا۔ صدر بش نے اپنی تقریر میں کہا کہ پاکستان اور امریکہ دونوں کو گلوبل دہشت گردی کا خطرہ لاحق ہے اور ہم اس سے نپٹنے کا بیڑا اٹھا چکے ہیں۔ طالبان کے خلاف پاکستان سے مدد لینا ہماری ضرورت تھی۔ گیارہ ستمبر سے اب تک پاکستان نے 500 القاعدہ اور طالبان دہشت گرد ہمارے حوالے کیے ہیں۔ ہم پرویز مشرف کی لیڈر شپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کسی امریکی صدر نے ساؤتھ ایشیاء کے کسی لیڈر کو کیمپ ڈیوڈ آنے کی دعوت دی ہو۔ یہ سب یوں ہوا کہ مشرف کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کی مدد مسلسل جاری و ساری ہے اور مشرف اس میں فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے ہیں۔ انہیں یہاں بلا کر فرسٹ آنے پر نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے بلکہ آئندہ بھی فرسٹ آتے رہنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اب معصوم مشرف کو کیا معلوم کہ یہ وائٹ ہاؤس کی ریت ہے کہ ہر سال مخصوص امتحانات میں فرسٹ آنے والوں کو وائٹ ہاؤس بلا کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور اسکالرشپ دیئے جاتے ہیں۔ آنر ایبل جنرل مشرف کو فرسٹ ڈویژن اور امدادی پیکیج کی شکل میں اسکالرشپ مبارک ہو۔

تعلیم و تربیت

اگست 1945ء میں جاپان مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ اس نے سیاسی آزادی بھی کھو دی اور معاشی استقلال بھی۔ اس کے بعد جاپان نے یہ کیا کہ سیاسی آزادی کے مسئلہ کو چھیڑے بغیر معاشی استقلال کے لئے جدوجہد شروع کر دی' اس طریق کار کے ذریعہ جاپان نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ آج وہ سپر اقتصادی طاقت شمار کیا جاتا ہے۔ 1990ء تک جاپان دنیا کو 5 کھرب ڈالر قرض کے طور پر دے چکا تھا۔ اندازہ ہے کہ 1995ء تک جاپان کے عالمی قرضہ کی مقدار 10 کھرب ڈالر ہو چکی ہوگی۔ جاپان 1945ء میں امریکہ کا سیاسی محکوم تھا' آج جاپان نے خود امریکہ کو اپنا اقتصادی مقروض بنا لیا ہے۔

پاکستان کے ایک کالم نویس مسٹر ابوذر غفاری مئی 1992ء میں کابل گئے۔ وہاں ان کی ملاقات ایک جاپانی صحافی سے ہوئی' انہوں نے جاپانی صحافی سے پوچھا کہ جاپان کی اس حیران کن ترقی کا راز کیا ہے۔ کس طرح ایسا ہوا کہ جاپان نے ایک ناممکن کو ممکن بنا دیا۔

جاپانی صحافی نے جواب دیا کہ جاپان کی اعلیٰ ترقی کا راز جاپانی قوم کے اعلیٰ کردار میں چھپا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے پاس قدرتی وسائل نہیں۔ اس لئے ہم اپنے بچوں ہی کو اپنا سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے ہیں۔ جاپان کا ایک ایک گھر گویا جاپانی بچہ کی تربیت گاہ ہے۔ جاپان کے لوگ اپنے بہترین وسائل اپنے بچہ کی تعلیم پر صرف کرتے ہیں۔ چنانچہ جاپانی قوم اس وقت مکمل طور پر ایک تعلیم یافتہ قوم ہے۔ ہمارے یہاں جہالت کا کوئی وجود نہیں۔ جاپان میں اتنے زیادہ سائنسی تعلیم یافتہ لوگ ہیں کہ آج جاپان کو ایک سائنسی قوم کہہ سکتے ہیں۔

اس تعلیم و تربیت نے جاپان کے لوگوں میں اعلیٰ ترین قومی کریکٹر پیدا کر دیا ہے' مثلاً جاپانی قوم انتہائی محبِ وطن قوم ہے۔ اگر قوم کا ایک روپیہ کا نقصان ہو رہا ہو تو ایک جاپانی اپنی قوم کو ایک روپیہ کے نقصان سے بچانے کے لئے اپنا سو روپیہ کا نقصان کروا لینے کو اپنے لئے ایک اعزاز سمجھے گا۔

فرائضی تحریک کا نعرۂ حق
''زمین اللہ کی ہے''

تحریر: سید قاسم محمود

دنیائے اسلام میں سے جس ملک میں' جب کبھی تجدید واحیائے دین کی تحریک چلی' اُس میں اُس ملک کے مسلمانوں کی سیاسی آزادی اور معاشی مفادات کے عوامل از خود شامل ہوتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ متعلقہ ملک کے مقامی حالات وکوائف کے تحت کبھی سیاسی آزادی کا رنگ غالب آجاتا تھا' کبھی تحریک میں جذبۂ جہاد کا غلبہ ہوجانے سے وہ تحریک جہادی بن جاتی تھی اور کبھی معاشی حقوق و مفادات باقی عوامل پر ترجیح اختیار کر لیتے تھے۔ بنگالی مسلمانوں کی فرائضی تحریک میں بھی اپنے بانی حاجی شریعت اللہ کی وفات کے بعد اصلاح کا رنگ کسی قدر پھیکا پڑ گیا اور ہندو زمینداروں اور انگریز افسروں کی سرمایہ دارانہ ملی بھگت کے خلاف معاشی مسائل کا رنگ زیادہ چڑھ گیا۔

حاجی شریعت اللہ کی وفات' سید احمد بریلوی کی شہادت 1831ء کے نو سال بعد 1840ء میں ہوئی۔ اُن کی وفات پر فرائضی تحریک کی قیادت اُن کے لڑکے حاجی محسن میاں نے سنبھالی۔ اُن کا شرعی نام میاں محسن تھا لیکن لوگ پیار سے اُنہیں ''دودھو میاں'' کہتے تھے۔ والد کی رحلت کے وقت اُن کی عمر 21 برس تھی۔ شروع جوانی میں اتنی بڑی تحریک کی قیادت سنبھالنا کوئی آسان کام نہ تھا' لیکن انہوں نے جس کمال اور خوبی سے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا' اُس نے انہیں اپنے عظیم والد سے زیادہ مقبول و عظیم بنا دیا۔ یہ اُن ہی کی صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ جو تحریک صرف چند اضلاع میں محدود تھی اُس نے پورے بنگال کو اپنے احاطۂ اثر میں لے لیا۔

فارسی کی جگہ انگریزی

جس وقت دودھو میاں نے تحریک کی قیادت سنبھالی اُس وقت بنگال کی زرعی اور معاشی حالت زبردست بحران کا شکار تھی۔ سیاسی طور پر بھی یہی کیفیت تھی۔ حاجی شریعت اللہ نے جس وقت تحریک کا آغاز کیا تھا اُس وقت ظلم وستم کی داستانیں عام نہیں ہوئی تھیں اور انگریزی استعمار پوری طرح مستحکم بھی نہ ہوا تھا۔ لیکن 1840ء میں تو بحران نے شدت اختیار کر لی تھی اور انسان زندگی کو سیاسی اور معاشی دونوں پہلوؤں سے مضطرب و پریشان کر دیا تھا۔ اُسی زمانے میں فارسی زبان کو دفتری زبان کی حیثیت سے ''دیس نکالا'' ملا تھا۔ (یہ 1837ء کا واقعہ ہے) ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1806ء میں بادشاہ دہلی سے معاہدہ کیا تھا کہ دفتری اور عدالتی زبان فارسی ہی رہے گی' مگر 1837ء میں اس معاہدے کو نظر انداز کر کے فارسی کی بجائے انگریزی کو عدالتی اور دفتری زبان بنا دیا گیا۔ اس تبدیلی سے مسلمانوں پر جو چوٹ پڑی اُس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے اس ایک فیصلے نے مسلمانانِ ہند کو یک دم قعرِ مذلت میں گرا دیا۔ بنگال میں زمینداری اور فوجی و سرکاری نوکریاں پہلے ہی مسلمانوں کے ہاتھ سے جا چکی تھیں اور غربت نے اُن کے گھروں میں گھر کر لیا تھا۔ اُس وقت پڑھے لکھے مسلمانوں پر یہ حملہ ناقابل برداشت تھا۔ اس تبدیلی کے بارے میں مس میو اپنی مشہور کتاب ''مدر انڈیا'' میں لکھتی ہے:

> ''ایک چھوٹا سا بیج بویا گیا اور اس کے پھل سے ہم اب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ عدالتی زبان کی تبدیلی تھی۔ فارسی کی جگہ انگریزی رائج کر دی گئی۔ ہندوستان کی تعلیم کو مغربیت کا رنگ دینے کے لئے یہ لازمی امر تھا۔ بظاہر یہ تبدیلی معمولی معلوم ہوتی تھی اور اس کے نتائج بھی معمولی نظر آتے تھے' لیکن مسلمانوں نے اس تبدیلی پر سخت احتجاج کیا اور فی الواقع یہ اُن کے لئے سخت تباہ کن تبدیلی تھی''۔

مسلمانوں کے خلاف یہ انگریزوں کا سیاسی اقدام تھا' لیکن اُس کے معاشی نتائج یہ برآمد ہوئے کہ مسلمان دو وقت کی ''روٹی'' کے محتاج ہو گئے۔ فارسی اُن کی صرف دنیاوی ہی نہیں' بلکہ عربی کے ساتھ ساتھ ایک حد تک دینی زبان بھی بن چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ فارسی سے اس بدسلوکی نے معاش کے ساتھ ساتھ ایک جذباتی مسئلہ بھی پیدا کر دیا۔

سیاسی' معاشی اور جذباتی اضطراب کی یہ فضا دودھو میاں کو میسر آئی تھی۔ صرف یہی نہیں' بلکہ زرعی بحران جو انیسویں صدی سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا' وہ کہیں زیادہ گہرا ہو گیا تھا۔ مسلمان کاشتکار اس زرعی بحران کے باعث بالکل تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ اُن کی زندگی میں مایوسی اور نا اُمیدی نے گھر کر لیا تھا۔ ایسے عالم میں فرائضی تحریک نے انہیں جھنجھوڑا اور اُن کی زندگی میں نئی امید اور نئی اُمنگ پیدا ہو گئی۔

ایک ایک چٹکی چاول

دودھو میاں نے ایسی صورتِ حال میں نہایت ہوشیاری اور ذہانت سے فائدہ اٹھایا اور تحریک کو اس انداز سے منظم کیا کہ اُس نے پورے مسلم بنگال کو ہلا ڈالا۔ عام طور پر مؤرخ اور اس دور کے انگریز حاکم تسلیم کرتے ہیں کہ دودھو میاں بذاتِ خود کوئی زیادہ پائے کے مذہبی عالم نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے تحریک کو جن بنیادوں پر اُستوار کیا' اس سے اُن کے مذہبی شغف سے زیادہ سیاسی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تحریک بنیادی طور پر مفلوک الحال کاشتکاروں کی تحریک تھی۔ دودھو میاں نے غالباً شعوری طور پر کاشت کاروں کے حقوق و مفادات کی حفاظت کا نعرہ بلند کیا۔ اُن کے روزمرہ کے عام حقوق کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونے کا اعلان کیا۔ لیکن زمینداروں کی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند کرنے سے پہلے انہوں نے فرائضی تحریک کو باقاعدہ منظم اور پائیدار بنیادوں پر اُستوار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے والد کی تعلیمات سے قدرے انحراف کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو ''پیر'' کہلانا شروع کیا۔ اس تحریک کے تمام ماننے والے دودھو میاں کے ''مرید'' کہلانے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ رہنما اور مُریدوں میں ایک رشتہ قائم ہو جس میں مذہبی شیفتگی کا عنصر بھی شامل ہو جائے۔ دودھو میاں نے اپنی تحریک کو منظم کرنے کے لئے بعض اور بھی اہم اقدامات کئے۔ چنانچہ بنگال کے تمام علاقوں کو جہاں فرائضیوں کا اثر و رسوخ تھا' مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر حصے کی نگرانی کے لئے ایک ''خلیفہ'' مقرر کیا گیا۔ خلیفہ پیر کا نائب ہوتا تھا۔ اُس کے ذمے اپنے حلقے کے مریدوں کے تمام مسائل کی نگرانی تھی۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے کیا گیا کہ مرکزی بیت المال کے لئے ہر مرید اپنی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ دے۔ اس طرح ہر خلیفہ وصولی کرتا اور پیر کے پاس پہنچاتا۔ پیر اس میں سے مقامی ضروریات کے لئے کچھ حصہ اُسے دے دیتا۔ یہ حصہ نقدی کی صورت میں نہیں' بلکہ جنس کی صورت میں وصول کیا جاتا۔ ہر مرید اور مریدنی ایک ایک چٹکی چاول روزانہ ایک برتن میں ڈالتی جاتی اور جب پیر کے نائب خلیفہ کے آدمی آتے' یہ چاول اُن کو پیش کر دیا جاتا۔ ہر روز ایک چٹکی چاول الگ کرنے سے مرید' پیر اور تحریک کے درمیان جذباتی رشتے اور تعلق کا اعادہ ہوتا رہتا۔

مقدمات کی بھرمار

مسلمان کاشتکاروں کی اس وحدت اور تنظیم نے جہاں اُن میں خود اعتمادی اور خودداری پیدا کی' وہاں انگریز افسر اور ہندو زمیندار بھی زیادہ ظلم وستم اور صف آرائی پر اُتر آئے۔ ہر گاؤں اور پرگنے میں فرائضیوں کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا۔ یہ تحریک ایک آگ تھی جو ہر گاؤں میں سلگ رہی تھی۔ مذہبی ہونے کے ساتھ ساتھ اب یہ ایک کسان تحریک بن گئی۔ اس تحریک کی مقبولیت کو روکنے کے لئے ایک طرف ہندو

زمینداروں اور اُن کے انگریز ساتھیوں نے پولیس کا سہارا لیا اور اُس کے ذریعے تحریک کے رہنماؤں کے خلاف مقدمات درج کرائے' دوسری طرف دیہات میں غنڈوں کو اس تحریک کے خلاف منظم کرنا شروع کیا۔

1838ء میں دودھو میاں کے خلاف لوگوں میں اشتعال پھیلانے اور لوٹ مار کے لئے اُکسانے کے الزام میں ایک مقدمہ قائم کیا گیا۔ 1841ء میں اُن کے خلاف قتل کے الزام میں ایک مقدمہ چلا اور مجسٹریٹ نے انہیں سیشن سپرد کر دیا۔ 1844ء میں قفل شکنی اور بلا اجازت کسی کے مکان میں مداخلت کے الزام میں مقدمہ دائر ہوا۔ انگریز تاجروں اور ہندو زمینداروں نے تقریباً 800 آدمیوں کی مدد سے دودھو میاں کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ اُن کی املاک کو نقصان پہنچایا' کئی مکانوں کو آگ لگا دی' مال واسباب لوٹا اور ان کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا۔ لیکن ان تمام مقدمات میں زمینداروں اور پولیس کو زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا' کیونکہ ان مقدمات میں کوئی بھی مقامی کاشتکار شہادت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا' جس کے بغیر الزام ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

زمین اللہ کی ہے

یہی وہ زمانہ تھا جب دودھو میاں نے نیا نعرہ "الارض للّٰہ" وضع کیا۔ انہوں نے کہا کہ زمین اللہ کی ملکیت ہے اور اس پر انفرادی ملکیت اسلامی تعلیمات کے منافی ہے' اس لئے اراضی کی کاشت کے عوض زمیندار کو ٹیکس (بٹائی) دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف حکومت کو کچھ واجبات دینے ضروری ہیں تاکہ وہ انتظامات کا اہتمام کر سکے۔ زمین دار کو زمین کے کسی حصے پر اپنی ملکیت جتانے کا اختیار نہیں ہے۔

اس بالکل نئے نعرے نے ایک بالکل نئی صورتِ حال پیدا کر دی۔ مسلمان کسانوں کے سینے میں اُمیدوں کے نئے چراغ روشن ہو گئے۔ دودھو میاں نے ہندو ساہوکار کے قرضوں اور اُس کے سود در سود کے خلاف بھی آواز بلند کرنا شروع کر دی۔ انہوں نے اپنے گاؤں میں وسیع پیمانے پر لنگر بھی جاری کیا تھا' جہاں ہر آنے والے کو کھانا اور رہائش مہیا کی جاتی تھی۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈیمپیئر نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا: "دودھو میاں نے کم از کم 80 ہزار سرگرم کارکن اپنے گرد جمع کر لئے ہیں اور اس وقت عام تاثر یہی ہے کہ اس تحریک کا مقصد انگریز حکمرانوں کو بنگال سے نکالنا اور مسلمانوں کی حکومت کو بحال کرنا ہے"۔

انگریز کے کارخانے پر دھاوا

1846ء میں دودھو میاں نے انگریز تاجر کے نیل کے کارخانے پر دھاوا بول دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ کارخانہ پنچ چور میں واقع تھا۔ اس کا مالک ڈنلوپ نامی انگریز تھا۔ اُس کا منیجر ایک ہندو تھا۔ اس دھاوے میں کارخانے کو نذرِ آتش کر دیا گیا اور ہندو منیجر کو قتل کر دیا گیا۔ اس پر دودھو میاں اور اُن کے 62 ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ اُن کے خلاف کافی دن تک مقدمہ چلتا رہا اور ماتحت عدالت نے انہیں سزائیں دیں' لیکن بالآخر بڑی عدالت نے انہیں رہا کر دیا۔

دودھو میاں کے اثر و رسوخ اور تنظیمی صلاحیتوں کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی گاؤں ایسا نہیں تھا جہاں پر دودھو میاں کا اطلاع کنندہ نہ ہو۔ یہ اپنی خفیہ رپورٹ متواتر اور تسلسل سے اپنے پیر کو بھیجتا رہتا۔ اس طرح انہیں انگریزی حکومت سے بھی پہلے تمام علاقوں کے حالات کا علم ہو جاتا۔ اسی طرح دودھو میاں کے خفیہ ہدایت نامے اور احکام ہر علاقے میں بروقت پہنچتے رہتے۔ یہ خطوط "احمد نامہ" کہلاتے اور اُن کے نیچے لکھا ہوتا "احمد نام' نامعلوم"۔ لیکن یہ خط مقدس صحیفے کی طرح پڑھے جاتے اور ان پر سختی سے عمل کیا جاتا۔

پچاس ہزار دودھو میاں

ڈیمپیئر وہ انگریز افسر تھا جس نے دودھو میاں کی نظر بندی اور اس تحریک پر پابندیوں کے متعلق سفارش کی۔ یہ اُس وقت سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا۔ حکومت نے اُس کی سفارش کو تسلیم نہ کیا۔ زمینداروں نے حکومت کے اعلیٰ افسروں کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ 1857ء کے قریب مقدمات قائم ہونا شروع ہو گئے۔ ایک مقدمے میں دودھو میاں نے انگریز مجسٹریٹ کے ایک سوال کے جواب میں کہا "میرے نام جو سمن جاری ہوں گے' اُن کی تعمیل صرف دودھو میاں نہیں کرے گا' بلکہ پچاس ہزار دودھو میاں اس آواز پر لبیک کہیں گے"۔

حکومت نے اس دھمکی کو محسوس کیا اور جب 1857ء کی جنگ آزادی شروع ہوئی تو دودھو میاں کی نظر بندی کے احکام جاری کر دیئے گئے۔ پہلے اُنہیں علی پور جیل میں رکھا گیا۔ بعد میں انہیں فرید پور جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ یہاں سے وہ بیماری کی حالت میں 1859ء میں رہا ہوئے۔ 1862ء میں یہ ہنگامہ پرور شخصیت اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اُن کا مزار آج بھی ڈھاکا کی ایک گلی میں موجود ہے۔

اُن کی عمر تقریباً 43 سال کی ہوگی جب وہ اپنی زندگی ہار بیٹھے۔ انہوں نے تقریباً بیس برس کی عمر میں فرائضی تحریک کی قیادت سنبھالی اور پھر بیس برس وہ ہنگامے بپا کئے' تحریک کو ایسا منظم کیا اور اپنے نام لیواؤں میں وہ خود اعتمادی پیدا کی جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ بنگال میں مسلمانوں کی آزادی اور سماجی انصاف کی تحریک میں اُن کا جو حصہ ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن ہر بار یہی سوال اٹھایا جاتا ہے کہ وہ انگریز کے مخالف تھے یا نہیں؟ آیا وہ انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوئی تحریک منظم کر رہے تھے یا صرف ہندو زمینداروں کے مظالم کے خلاف آواز بلند کرنا اُن کا مقصد تھا؟

بالکل یہی سوال اس داستان کے ہیرو سید احمد شہید کے بارے میں اٹھایا جاتا ہے کہ وہ انگریز کے مخالف تھے یا دوست؟ اس داستان در داستان کے تسلسل میں جہاں موقع آئے گا اس سوال کا بھی جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی؟

(جاری ہے)

تین قسم کے آدمی

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں' ایک ربانی عالم۔ دوسرے وہ جو نجات کے راستے کا طالب ہو۔ تیسرے وہ ناکارہ اور پست لوگ جو ہر زور سے بولنے والے کے پیرو بن جائیں۔

عالم ربانی وہ ہے جو اپنے رب کو پا گیا ہو اور اس کی زندگی میں وہ اوصاف پیدا ہو گئے ہوں جو رب العالمین کی معرفت سے ایک آدمی کے اندر پیدا ہونے چاہئیں۔

دوسرا شخص وہ ہے جو سچا متعلم ہو۔ سچا متعلم بے فائدہ باتوں میں اپنا دماغ نہیں الجھاتا۔ وہ نجات اور فلاح کا متلاشی ہوتا ہے اور اس تلاش میں اپنی پوری توجہ لگا دیتا ہے۔

یہ دونوں قسم کے لوگ صحیح انسانی راستہ پر ہیں۔ وہ اپنے راستہ سے بھٹکے نہیں۔ وہ وہی سوچتے ہیں جو انہیں سوچنا چاہئے' اور وہی کر رہے ہیں جو انہیں کرنا چاہئے۔

اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو حقیقت کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ ایک بات اور دوسری بات کا فرق نہیں جانتے۔ وہ سچے کلام اور جھوٹے کلام میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ان کے نزدیک اہمیت کی بات یہ نہیں ہوتی کہ کون شخص حق کی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بجائے ان کے یہاں ساری اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ کون زیادہ زور سے چیختا ہے۔ کون زیادہ شاندار کلام کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کون زیادہ بڑے بڑے الفاظ بولنے کا کرتب دکھا رہا ہے۔

انسان کی یہ تینوں قسمیں پہلے بھی پائی جاتی تھیں مگر موجودہ زمانہ میں مزید شدت سے وہ پائی جا رہی ہیں خاص طور پر تیسری قسم کے انسان کی مثال موجودہ زمانہ میں عام ہو گئی ہے۔ اس کا ایک خاص سبب پریس ہے۔ پریس کے دور نے اس قسم کے لوگوں کو یہ موقع دے دیا ہے کہ وہ پست اور ناکارہ ہونے کے باوجود غوغائی عمل کر کے شہرت حاصل کر لیں

نقطۂ نظر

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!

ایم ایم اے کی قیادت سے ایک امریکی مسلمان کا شکوہ

(ضروری نہیں کہ ادارہ جملہ امور سے متفق ہو!)

محترم قاضی حسین احمد، محترم مولانا فضل الرحمٰن، محترم مولانا شاہ احمد نورانی صاحب

السلام علیکم!

اس سے پہلے 24 اکتوبر اور 7 نومبر 2002ء کو چند تجاویز آپ کی خدمت میں فیکس کی تھیں اور آپ کی جانب سے معمولی سا جواب مجھے موصول ہوا تھا لیکن میں اس سے ذرا بھی مطمئن نہیں تھا۔ آج پھر چاہا کہ اپنا فرض پورا کر دوں۔

(1) آپ بھی اس سے متفق ہوں گے کہ دنیا میں جتنی بھی دہشت گردی ہے سٹیٹ لیول پر، مختلف تنظیموں کی جانب سے یا انفرادی سطح پر سب غلط ہے، ناانصافی ہے لیکن خاص طور پر اگر یہ کام کچھ مسلمان تنظیموں یا افراد کی جانب سے ہو رہا ہے تو یہ خلاف اسلام ہے اس لئے کہ حضرت محمد ﷺ نے یہ راستہ کبھی اختیار نہیں کیا۔

(2) اس وقت دنیا میں اسلامی مسلح آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ میری مراد فلسطین، کشمیر اور چیچنیا یہ اپنے مقصد کے اعتبار سے تو بالکل درست ہیں مگر طریقہ کار کے اعتبار سے غلط ہیں۔ اس سے کبھی آزادی حاصل نہیں ہوگی کیونکہ ان کا مقابلہ غیر مسلمانوں سے ہے اور وہ جدید ترین ٹیکنالوجی کے ساتھ اپنی آرمی کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس کی بجائے اگر فلسطین، کشمیر اور چیچنیا میں پولیٹیکل، غیر مسلح، پرامن آزادی کے لئے ملین مارچ کئے جائیں اور یہ سال میں تین دفعہ مقررہ ڈیٹوں پر ایک ہی وقت میں ہوں تو مقصد آزادی جلد حاصل ہو سکتا ہے۔

(3) میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ ہم غیر مسلم کو الزام دیں کہ ناانصافی ان کی جانب سے ہے اور ان کے ڈبل اسٹنڈرڈ ہیں اور انہی چیزوں کو ثابت کرنے کے لئے اپنا وقت اور توانائیاں ضائع کرتے رہیں۔ ہمیں صرف یہ سوچنا چاہئے کہ ہم موثر طریقے پر کیسے عمل پیرا ہوں کہ اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ ایم ایم اے آپ اصحاب نے بنائی اس سے مجھے امید کی کرن نظر آتی ہے بشرطیکہ آپ اپنی سابقہ غلطیوں کو تسلیم کریں اور آئندہ کے لئے درست موثر حکمت عملی اپنائیں۔ پہلے میں آپ حضرات کی غلطیاں دہرا دوں۔

(i) دفاع افغانستان کونسل مقصد کے اعتبار سے درست اقدام تھا مگر آپ لوگوں کی نااہلی اور غلط حکمت عملی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔ آپ اگر ایک پرامن ملین مارچ اسلام آباد کی طرف کرتے تو مشرف یا تو اقتدار چھوڑ دیتا یا یوٹرن نہ لیتا مگر آپ نے آئے دن تمام شہروں میں جلسے جلوس اور ہڑتالیں کروا کر لوگوں کے جذبہ کو ٹھنڈا کر دیا اور آپ جنرل مشرف کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور جنرل مشرف نے افغانستان میں ہزاروں مسلمانوں کو بے گناہ مروا دیا اور پوری دنیا میں مسلمانوں کا سر جھکا دیا۔ اس کی ذمہ داری آپ لوگوں پر میں زیادہ عائد کرتا ہوں کیونکہ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں غیر مسلموں یا مسلمان سیکولرز سے ہمیں خیر کی امید نہیں رکھنا چاہئے۔

(ii) ایم ایم اے نے 2002ء کے الیکشن میں خاصی کامیابی حاصل کی ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ کچھ امید ہونے لگی کہ پاکستان اسلامی ریاست بن جائے گا۔ پھر آپ نے غلط حکمت عملی اپنائی آپ اچھی طرح جانتے ہیں مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا ہے۔ ہم تو آپ اصحاب کو مومن سمجھتے تھے۔ مگر آپ گزشتہ 8 ماہ سے چوہدری شجاعت کے سیاسی جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک چوہدری شجاعت صرف اس قابل ہے کہ وہ ٹرکوں کا اڈہ چلائے مگر آپ حضرات ہیں کہ ایک جاہل آدمی نے آپ کو گھیرا ہوا ہے۔ اس طرح آپ اصحاب اپنے ووٹروں اور بہی خواہوں کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

میں نے آپ کی خدمت میں الیکشن کے بعد عرض کیا تھا کہ صرف ایک مطالبہ منوا لو اس ایک میں آپ کے سب مطالبے مانے جائیں گے۔ یعنی آئین میں جہاں 32 ترامیم ایل ایف او کے تحت ناجائز کی گئی ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ ایک ترمیم ہماری بھی شامل کر لو۔

(i) ''اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین و قانون قرآن و سنت ہے۔ لہٰذا موجودہ آئین کے جو حصے قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہیں کالعدم ہیں اور کالعدم کرنے کا اختیار صرف سپریم کورٹ آف پاکستان کو حاصل ہے''۔ اور یہ آئینی ترمیم اگر آئین میں ہو جائے تو پاکستان ایک ماڈرن جمہوری اسلامی سلطنت بن سکتا ہے اور پھر یہ نیا پاکستان چند اسلامی ممالک سے دفاعی معاہدے کر کے ایک طاقت بن سکتا ہے اور پھر اس طاقت کی بنیاد پر آپ سیکیورٹی کونسل کی مستقل ممبر شپ کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ جس سے مسلمان ممالک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سارے مقصد کو حاصل کرنے میں بنیادی ذمہ داری آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جس سے آپ کسی بھی وجہ سے دور ہیں۔

(ii) عراق پر حملے کے خلاف 6-7 ملین مارچ آپ لوگوں نے کروائے، بش کے پتلے جلائے، غیر ملکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیلیں کیں۔ کیا آپ لوگ یہ جنگ رکوا سکے۔ یعنی آپ اصحاب کو اپنے مقاصد میں کامیابی کی اتنی فکر نہیں، بس سیاست برائے سیاست ہے۔ خدا کے لئے امریکہ یا غیر مسلمانوں سے دشمنی یا لڑائی یا ان کے خلاف جلسے جلوس اور ملین مارچ بند کریں۔ اگر کچھ کرنا ہے تو ملین مارچ صرف ایک کریں اسلام آباد کی طرف اور وہ بھی صرف ایک مثبت مقصد کے لئے۔ ''قرآن و سنت کو سپریم آئین و لاء بنانے کے لئے آئینی ترمیم'' اس سے پاکستان اسلامی ریاست بھی بن جائے گا۔ مشرف بھی جاتا ہوگا۔

پہلے میں سنتا تھا کہ قاضی صاحب ملین مارچ کی دھمکی دیتے تھے۔ اب نہ صرف اس پر خاموشی ہے بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ جیل بھرو تحریک شروع کریں گے۔ جلسے جلوس کریں گے۔ خدا کے لئے ایسا نہ کریں۔ اس سے مشرف کامیاب رہے گا اور آپ ایک دفعہ پھر نااہل اور بے وقوف ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ (اللہ حافظ)

خاکسار

حفیظ الرحمٰن چوہدری
175 D IX HILL RD
SOUTH HUNTINGTON
NEWYORK-11746

کتاب ''احکام الٰہی'' حاصل کریں

کتاب ''احکام الٰہی'' میں قرآن مجید کے سب احکام اس کی زبان میں یعنی آیتوں کے ترجمے کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ خطیب حضرات جو وعدہ کریں کہ یہ احکام ایک سال میں جمعہ کے خطبوں میں لوگوں تک پہنچا دیں گے، جبکہ دوسرے لوگ تیس روپے میں درج ذیل پتہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

کرنل محمد ایوب خان، 294۔ ایکسٹینشن کیولری گراؤنڈ، لاہور کینٹ۔ فون: 6650120

افہام و تفہیم

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: کچھ لوگ کشمیر میں جہاد کرنے کے لئے پاکستان سے جاتے ہیں' کیا یہ جہاد جائز ہے؟

ج: اصل میں اس کے دو پہلو ہیں۔ ہم لوگ جو پاکستان میں رہتے ہیں' ہم ایک ریاست کے شہری ہیں' ہماری ایک حکومت ہے' ہماری حکومت کی طرف سے بھارت کے خلاف کوئی ڈیکلیرڈ وار (Declared war) نہیں ہے۔ اگر کسی ملک کے خلاف کوئی کارروائی کرنی ہو تو اسے ڈیکلیئر کر کے کرنا چاہئے۔ لہٰذا یہ چیز از روئے دین پسندیدہ نہیں ہے۔ دوسرے اگر ذاتی اعتبار سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ کشمیری ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور وہ اپنے حقوق کے لئے جنگ کر رہے ہیں تو میں بھی جا کر ان کی مدد کروں تو اپنی نیت کے حوالے سے اُسے اللہ کے ہاں اس کا اجر مل جائے گا لیکن جہاد فی سبیل اللہ سے اس کو گڈمڈ نہ کیجئے۔

س: قادیانیت سے متعلق کافی لٹریچر بھی موجود ہے اور آپ گاہے بگاہے اس کی مذمت بھی کرتے ہیں. مگر اسماعیلیوں کے پیشوا ہمارے وزیراعظم سے ملتے ہیں اور برطانوی پارلیمنٹ میں صدر کے ساتھ تقریر کرتے ہیں. حالانکہ عقائد ان کے بھی قادیانیوں جیسے ہیں. اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: ان کا عقیدہ قادیانیوں جیسا نہیں ہے۔ درحقیقت وہ امامت کے مدعی ہیں' نبوت کے مدعی نہیں ہیں۔ کوئی شخص مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے! کرے' یہ دعویٰ کرنے سے نہ وہ کافر ہو جائے گا' نہ اس کا ماننے والا کافر ہوگا۔ کوئی شخص امام ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن قادیانیوں نے غلام احمد قادیانی کو نبی مانا ہے۔ اس وجہ سے ان کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ ویسے یہ کہ اسماعیلی بھی گمراہ ہیں' لیکن قانونی طور پر کسی کو کافر قرار دینے کے لئے جو شرائط ہیں وہ اس کی زد میں نہیں آتے۔

س: صحابہؓ کا یہ کہنا کہ ہم نے پہلے ایمان سیکھا' پھر قران. یہ ایمان کون سا ایمان تھا جبکہ ایمان کا Source تو قرآن ہے؟

ج: اصل میں اس حدیث میں قرآن سے مراد ہے احکام قرآنی۔ قرآن مجید کا ایک حصہ وہ ہے جو ایمان سکھاتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جو احکام سکھاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کا دو تہائی حصہ مکی ہے اس میں احکام نہیں ہیں۔ مکی دور میں نہ شراب کی حرمت کا ذکر آیا نہ سود کی حرمت کا ذکر آیا۔ بلکہ وہاں ساری ایمان کی بحثیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل ہی اس طور سے کیا ہے کہ اس میں پہلے ایمان کی تعلیمات دی گئیں۔ اس اعتبار سے آنحضرات نے پہلے ایمان حاصل کیا۔ اگرچہ صحابہؓ نے قرآن سے بھی ایمان حاصل کیا اور حضور ﷺ کی صحبت سے بھی حاصل کیا۔ ان کے لئے دو Sources تھے۔ اس لئے صحابہؓ کا ایمان سب سے ٹاپ پر شمار ہوگا۔ صحابہؓ کے دور کے بعد کسی شخص کا ایمان اُس درجے کا نہیں ہو سکتا' اس لئے کہ حضور ﷺ کی صحبت سے کوئی شخص بہرہ ور نہیں ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی صحبت سے جو ایمان آتا تھا وہ تو صحابہ کرامؓ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل تھا۔ لیکن اب بعد میں آنے والوں کے لئے ایمان کا سب سے بڑا Source قرآن مجید ہی ہے۔

س: حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ حق کے لئے ہمیشہ قتال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری لشکر دجال سے لڑے گا. اگر کشمیر' فلسطین وغیرہ میں ہونے والا قتال فی سبیل اللہ نہیں تو اس حدیث میں مذکورہ گروہ کون سا مراد ہے؟ حدیث میں لفظ یقاتلون آیا ہے' یجاھدون نہیں آیا ہے.

ج: اصل میں میرے علم میں تو یہ ابو داؤد والی حدیث کے الفاظ نہیں ہیں۔ میں نے جو حدیث پڑھی ہے اس میں تو الفاظ یہ ہیں کہ "جہاد جاری رہے گا' اس دن سے جس دن اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس وقت تک یہ جاری رہے گا جب تک میری امت کا آخری حصہ دجال سے (قتال) جنگ کرے گا۔" پہلے حصے میں لفظ جہاد آیا ہے اور پھر قتال کا لفظ آیا ہے۔ دراصل بندہ مومن کی زندگی کا کوئی لمحہ جہاد سے خالی نہیں۔ نفس کے خلاف جہاد ہر وقت جاری ہے۔ مثلاً فجر کے وقت آنکھ کھل گئی ہے' اذان بھی سن لی ہے' نفس کہتا ہے ابھی اور سو جاؤ۔ اگر آپ نے کروٹ لی' چادر ذرا ٹھیک کی اور سو گئے تو یہ نفس سے آپ نے مار کھائی ہے۔ لیکن اگر اس وقت آپ نے نفس کا حکم اٹھا کر پھینک دیا اور کھڑے ہو گئے' وضو کیا' نماز پڑھی تو یہ آپ نے نفس کے ساتھ جہاد کر لیا کامیابی کے ساتھ۔ یہ جہاد تو قائم و دائم ہے قیامت تک کے لئے۔ ابھی مجھے ایک حدیث کا متن دیا گیا ہے کہ عمران ابن حصینؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لئے قتال کرتا رہے گا' اپنے دشمنوں سے یہاں تک کہ ان کا آخری حصہ دجال سے لڑے گا"۔ اب اس میں بھی درحقیقت یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قتال ہر وقت ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے' یعنی یہ مراحل وقتاً فوقتاً آتے رہیں گے کہ لوگ قتال کریں گے اللہ کی راہ میں۔ جیسے سید احمد بریلویؒ اور ان کے ساتھیوں نے قتال کیا۔ ان کا قتال فی سبیل اللہ تھا۔ وہ قتال انیسویں صدی میں ہوا۔ بیسویں صدی میں اب جو کچھ ہوا ہے افغانستان کے اندر۔ طالبان نے بھی جب اسلامی حکومت قائم کر لی اور اس کے خلاف شمالی اتحاد والے کھڑے ہو گئے' اس کو میں نے کہا تھا کہ اب ان کے خلاف جہاد' جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے نظام کے دشمن بن کر آئے تھے۔ اس اعتبار سے قتال فی سبیل اللہ کا سلسلہ جاری ہے' یہ نہیں کہ ہر وقت ہوگا' ہر آن ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوگا اس کا یہ مفہوم ہوگا' واللہ اعلم۔

س: سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی روشنی میں ذکر کی بہترین صورت کیا ہے؟ مسجدوں میں جو اجتماعی ذکر ہوتا ہے اس کا احادیث میں ذکر آیا ہے. رہنمائی فرمائیے.

ج: سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں "یذکرون" کا جو لفظ آیا ہے۔ اس کا مفہوم ہے اللہ کو دل میں مستحضر رکھنا۔ ایک ہے ذکر' ایک ہے ذریعۂ ذکر۔ ذکر ہے' استحضار اللہ فی القلب' دل میں اللہ کی یاد آ جائے۔ اب اس کا طریقہ کیا ہے؟ مثلاً ہم کہتے ہیں سبحان اللہ' سبحان اللہ' سبحان اللہ۔ لیکن اگر یہ سبحان اللہ صرف زبان ہی پڑھ رہی ہے' دل کا کوئی سروکار ہی نہیں تو یہ ذکر نہ ہوا۔ یہ درحقیقت بس آپ نے ایک نیک کام کیا ہے' جس کی جزا آپ کو مل جائے گی۔ اصل میں تو ذکر ہے کھڑے' بیٹھے' لیٹے ہر حال میں اللہ کو مستحضر رکھنا اور پھر آگے مزید غور و فکر جاری رکھنا۔ باقی جہاں تک اجتماعی ذکر کا تعلق ہے' ایک حدیث ایسی ملتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک روز اپنے حجرے سے برآمد ہوئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں تو کچھ لوگ بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے تھے اور کچھ لوگ قرآن کا مذاکرہ کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے دونوں کو دیکھا' اس کے بعد آپ نے تبسم فرمایا اور جو لوگ قرآن کا مذاکرہ کر رہے تھے وہاں جا کر آپؐ ان میں بیٹھ گئے۔ اور آپؐ نے فرمایا' مجھے اللہ نے معلم بنا کر بھیجا ہے لہٰذا میں اس گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ اس حدیث سے کچھ ثبوت ملتا ہے۔ لیکن باقی تفصیل ہمیں معلوم نہیں ہوتی کہ کس نوع کا وہ ذکر کر رہے تھے۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا میں تو یہ نہیں کہوں گا اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ کہ اس کی کوئی شکل ہے تو کیا ہے؟ وہ تفصیل کے ساتھ احادیث میں میری نظر سے نہیں گزری۔

کتاب نما

احادیثِ قدسی کا نیا مجموعہ

نئی کتاب کا تعارف

ناخواندہ حضرات کو تو رکھئے ایک طرف، بڑے بڑے خواندہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: ''حدیث قدسی کسے کہتے ہیں؟'' جبکہ اکثر و بیشتر مرد و زن کو حدیث کے بارے میں بھی زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ صرف وہ لوگ جو باقاعدہ علم الحدیث حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں یا محدثین کو اس بحرِ ذخار کی وسعت و گہرائی کا کچھ شعور ہے۔

لفظ ''حدیث'' کے بنیادی معنی ہیں کوئی خبر، کوئی بیان یا کوئی نئی بات، خواہ وہ مذہب سے متعلق ہو یا دنیاوی معاملات سے۔ اسی سے حدوث، حادثہ، حادث جیسے الفاظ بنے ہیں، لیکن مسلمانوں میں یہ لفظ رسولِ کریم ﷺ کے اقوال و اعمال کے لئے مختص ہو گیا۔ آنحضور ﷺ نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا، تا کہ آپؐ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے۔

اوّل تو صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے ارشادات و اعمال (سنت) کے متعلق معلومات کے لئے بہترین سند ہیں۔ انہوں نے خود رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات سنے تھے اور آپؐ کے افعال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کے بعد تابعین کی روایات پر قناعت کرنی پڑی، جنہوں نے اپنی معلومات صحابہ سے حاصل کی تھیں اور پھر آگے چل کر تبع تابعین کی روایات پر جن کو صحابہؓ سے ملنے کا موقع ملا تھا۔

آنحضرت ﷺ کو خود حدیث کی حفاظت و روایت منظور و مطلوب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور خوب وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے، تاکہ سننے والے کو پورا فائدہ حاصل ہو۔ ضروری باتوں کو آپؐ تین تین مرتبہ بھی دہراتے، تاکہ حاضرین خوب یاد کر لیں۔ آپؐ نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے ہیں مثلاً: (1) جو موجود ہیں، وہ غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔ (2) تم مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر اُن سے اور لوگ سنیں گے۔ (3) اللہ تعالیٰ اُس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے، جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی، یہاں تک کہ وہ بات اُس شخص تک پہنچا دی، جس نے اسے نہیں سنا''۔ اس کے ساتھ آپؐ نے صحت حدیث کو قائم رکھنے کے لئے فرما دیا کہ جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ابتدا میں کئی نسلوں تک حدیثِ نبویؐ راویوں کی روایت کی صورت میں قائم رہی۔ اب تک یہ روایات زبانی تھیں، پھر ضبطِ تحریر میں آ کر باقاعدہ کتابی صورت میں مجموعے مدوّن ہونے لگے۔ حدیث کے چھ بڑے مجموعے جو اہلِ سنت کے ہاں زیادہ مستند سمجھے جاتے ہیں، ''صحاح ستہ'' کہلاتے ہیں، جو یہ ہیں:

(1) صحیح بخاری: 230 ہجری میں مکمل ہوئی۔ 7275 احادیث مذکور ہیں۔

(2) سنن ابی داؤد: 4800 حدیثیں ہیں۔

(3) سنن ابن ماجہ: 4000 احادیث کا مجموعہ ہے۔

(4) جامع ترمذی، (5) سنن نسائی، (6) صحیح مسلم: 6500 احادیث مذکور ہیں۔

شیعہ امامیہ کے نزدیک سب سے جامع کتاب ''اصول الکافی'' ہے جسے ابوجعفر کلینی نے مدون کیا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مجموعے بھی ہیں، اور احادیث کی تفسیر و تشریح اور علم الحدیث کے بارے میں تو لاکھوں کتابیں مختلف زبانوں میں اب تک چھپ چکی ہیں۔

ان تمام مجموعوں میں ہر حدیث دو حصوں پر مشتمل نظر آتی ہے۔ پہلے حصے میں اُن لوگوں کے نام ہوتے ہیں جنہوں نے متنِ حدیث کو ایک دوسرے تک پہنچایا (یعنی سلسلۂ روایت)۔ یہ حصہ اسناد بھی کہلاتا ہے یعنی بیان کے قابل اعتبار ہونے کی سند۔ دوسرا حصہ متن کہلاتا ہے یعنی روایت کی اصل عبارت۔

''حدیث قدسی'' احادیث کی ایک ایسی قسم ہے جس میں الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں لیکن ادا ہوتے ہیں حضور ﷺ کی زبان سے۔ مثلاً آپ فرمائیں: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' یا دوران حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمودہ الفاظ بیان ہوں۔ ان تمام شکلوں میں حدیث ''حدیثِ قدسی'' شمار ہوگی۔

اگرچہ حدیثِ قدسی اللہ تعالیٰ کے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے لیکن یہ قرآن سے مختلف ہے۔ قرآن پاک نماز میں تلاوت کیا جاتا ہے لیکن حدیث قدسی کی نماز میں تلاوت نہیں ہوتی۔ حدیث قدسی کی صورت میں ضروری نہیں کہ یہ جبرئیلؑ امین کی وساطت سے آئے، یہ بذریعہ الہام آ سکتی ہے یا بحالتِ خواب۔ علماء کی اکثریت کی رائے ہے کہ الفاظ بعینہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے معانی و مفہوم کو آنحضرت ﷺ الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں۔ حدیث قدسی کا حوالہ دیتے وقت یہ ہرگز نہیں کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جیسا کہ قرآن مجید کا حوالہ دیتے وقت کہا جاتا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ''اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے یوں فرمایا جیسا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے لیا''۔

حدیثِ قدسی کو کتب حدیث میں کوئی جداگانہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اب تک متعدد مجموعے چھپ چکے ہیں جو ''صحاح ستہ'' اور دوسری کتب حدیث سے مرتب کئے گئے ہیں۔ شیخ محمد مدنی، ابن العربی، ملا علی القاری، امام علاء الدین علی بن بلبان، علماء کونسل (جامعہ ازہر) کے مرتب کردہ پہلے سے موجود ہیں۔ ان پر ایک تازہ مجموعہ ''ایک سو احادیثِ قدسیہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یہ مجموعہ عربی میں استاذ محمد عوامہ صاحب نے ''مِن صحاح الاحادیث القدسیہ'' کے نام سے مرتب کیا۔ اردو ترجمے کا حق حافظ خالد محمود خضر نے ادا کیا، جو ''قرآن اکیڈمی'' کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ ''میثاق'' اور ''حکمت قرآن'' میں معاون مدیر کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ جہاں ایک سو احادیث قدسی کا انتخاب بہت خوب ہے، وہاں ترجمہ بھی بہت معیاری ہے۔ احادیث کی تخریج اور نظر ثانی جناب ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور نے کی ہے۔ کتاب کی طباعت و پیشکش بھی خوبصورت ہے۔ حسن سیرت اور حسن صورت رکھنے والا یہ تازہ مجموعہ، احادیث قدسیہ ''نور اسلام اکیڈمی'' پوسٹ بکس 5166، ماڈل ٹاؤن، لاہور'' کی جانب سے شائع ہوا ہے۔ قیمت 66 روپے ہے۔ مکتبہ نور اسلام رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

(تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

حکایت ظریف

ایک فلسفی نے تیلی کے بیل کے گلے میں گھنٹے دیکھ کر پوچھا ''یہ گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟''

تیلی نے جواب دیا ''جب بیل کولہو کے گرد گھومتا ہے تو گھنٹے بجتی رہتی ہے اور میں اطمینان سے دوسرے کام کر لیتا ہوں۔ جب گھنٹی کی آواز نہیں آتی تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ بیل رک گیا ہے پھر آ کر اسے ہانک دیتا ہوں''۔

فلسفی نے کہا ''اگر بیل کھڑا ہو کر سر ہلاتا رہے اور گھنٹی بجتی رہے تو آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ بیل کھڑا ہوا ہے''۔

تیلی نے کہا ''جناب! یہ بیل ہے، فلسفی نہیں''۔

(روحانی لطائف از سید منور حسین مشہدی، شبینہ حسین، اسلام آباد)

مبتدی امتحان کے دوران کئی رُوح پرور مناظر دیکھنے میں آئے

حلقۂ خواتین لاہور کے زیر اہتمام مبتدی نصاب کے امتحان کی رپورٹ

انسان نے جب بھی کوئی تعمیری کام کرنا ہو لازماً محنت درکار ہوتی ہے اور اصل اور نتیجے کے اعتبار سے بہترین کام وہ ہوتا ہے جس کا آغاز' اختتام' صغریٰ' کبریٰ سب کچھ آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہو۔ ایک انقلابی جماعت کے لئے جو محنت درکار ہے' اُس میں شوق' جذبہ' لگن اور منزل تک پہنچنے کی آرزو' سبھی کچھ شامل ہونا ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں غور و فکر' تذکر و تدبر کے ساتھ ساتھ قلم پکڑنا سکھایا تاکہ انسان صرف آرزو اور ظن کی بنیاد پر' تعمیر کے گھوڑے نہ دوڑائے بلکہ سوچ و بچار کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلم پر توجہ دے۔ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین اس ضمن میں گزشتہ دو تین سال سے اس سعی و جہد میں مصروف ہے کہ رفیقات کو اپنے دینی فرائض' اپنے عقائد و نظریات اور قرآن سے ہمارا جو تعلق ہونا چاہئے اس سے آگاہ کرنے کی کوشش کرے' کیونکہ یہ تین چیزیں نہ صرف ہماری انفرادی زندگی کے لئے لازمی اور ایک انقلابی جماعت کی جان ہیں بلکہ اخروی اور دائمی زندگی میں بھی ان کی بنیاد پر ہی ہمارا محاسبہ ہوگا۔ اس کے لئے ہم نے بہت غور و فکر کے بعد ایک پانچ سالہ نصاب تجویز کیا جس میں دو مرحلے میں امتحان بھی رکھے۔ ایک مبتدی امتحانی نصاب اور ایک ملتزم امتحانی نصاب' مبتدی امتحان میں مندرجہ ذیل نصاب رکھا گیا:

(1) ترجمہ قرآن سورۃ بقرہ اور آل عمران (مکمل)

(2) تجوید (بذریعہ لحن جلی)

(3) منتخب نصاب صرف جامع اسباق

(4) مسلمان خواتین کے دینی فرائض

(5) مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

(6) تعارف تنظیم اسلامی کا حصہ دوم (عقائد پر مشتمل)

مقررہ مدت میں ماشاء اللہ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کی رفیقات نے نصاب کی تیاری کی۔ نقیبات نے رفیقات کو اور ناظمات نے نقیبات پر خصوصی توجہ دی۔ جس میں پیار' محبت' ترغیب و تشویق کا عنصر غالب رکھنے پر خصوصی توجہ دی گئی کیونکہ یہ صرف نوجوان لڑکیوں کی جماعت نہیں بلکہ اس میں ہر عمر کی خواتین شامل ہیں۔ بریلوی مکتبہ فکر سے بھی ہیں اور اہل حدیث مکتبہ فکر سے بھی۔ بانی امیر کی ہدایات کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اور چھوٹے چھوٹے اختلافات سے ہٹ کر تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ عمل پر آمادہ کرنے کی کوشش بھی کی جاتی رہی۔ شروع میں کچھ بچوں والی رفیقات (مائیں) یا بڑی عمر کی رفیقات پریشان ہوئیں۔ اور ان کے گھروں کے مرد حضرات بھی بجائے تسلی دینے کے' ان کی پریشانی میں شامل ہو گئے۔ لیکن الحمدللہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اکثریت پر یہ چیز واضح ہوگئی کہ یہ بہت مفید اور بامقصد کام ہے۔ اگر امتحان کا سلسلہ نہ رکھا جاتا تو کوئی ترجمہ قرآن' تجوید اور سب سے بڑھ کر تنظیم اسلامی کے لٹریچر پر توجہ نہ دیتا!!!

بہرحال 28/ جون بروز ہفتہ' بمقام قرآن اکیڈمی لاہور' 10:30 بجے صبح مبتدی امتحانی نصاب کا پرچہ تھا۔ سب سے کم عمر بچی (پرچہ دینے والی) کی عمر 16 سال اور سب سے بڑی عمر کی رفیقہ 65 یا 70 سال کے لگ بھگ تھیں۔ ہمارا خیال تھا کہ گرمی کی شدت' امتحان کا ہوا اور عمروں کا تضاد آڑے آئے گا اور امتحان دینے والی خواتین کم ہوں گی۔ لیکن 9:00 بجے سے ہی رفیقات آنا شروع ہوگئیں اور 10:30 بجے تک صورت حال یہ تھی کہ خواتین ہال میں پانچ لمبی لمبی لائنیں اور پھر ملحقہ کمرے میں بھی کثیر تعداد میں رفیقات جمع ہوگئیں۔ الحمدللہ ہماری ناظمات اور ان کی معاون رفیقات نے بروقت مشکل پر قابو پایا اور رفیقات کو منظم طریقے سے بٹھانے میں کامیاب ہوگئیں۔ ایک رفیقہ محترمہ جو صرف دو دن قبل ہی سعودی عرب سے (عمرہ ادا کرنے کے بعد) لوٹی تھیں وہ بھی پرچہ دینے تشریف لے آئیں۔ ایک لیڈی ڈاکٹر جن کا آپریشن ڈے تھا وہ بھی چھٹی کر کے تشریف لائیں' اسی طرح شیر خوار بچوں کی مائیں جو بچے بھی ساتھ لائیں تھیں' ان کا تو شوق اور جذبہ قابل دید تھا ایک ہاتھ میں قلم ہے اور پرچہ حل کر رہی ہیں اور ساتھ ہی گود میں بچے کو بھی سنبھالے ہوئی تھیں۔ شاید کہ تنظیمی زندگی میں ایسے روح پرور مناظر پہلے کم ہی دیکھنے کو ملے ہوں۔ اللہ کرے کہ گودوں میں پرورش پانے والے یہ بچے مجاہدین اسلام اور یہ مائیں مجاہدوں اور شہیدوں کی مائیں کہلائے جانے پر فخر کریں۔

گرمی کی شدت میں پانی پلانے پر مامور ہماری رفیقات' مسلسل نگرانی کرنے والی رفیقات اور ماؤں کے بچے سنبھالنے والی رفیقات اور جملہ ناظمات و رفیقات کی مساعی قابل قدر تھیں' اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔

پرچہ شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ سوالنامے کم پڑ گئے ہیں۔ فوراً مزید فوٹو کاپی کروائی گئیں۔ لاہور کی کل 300 رفیقات میں سے 125 رفیقات نے یہ امتحان دیا۔ جبکہ 65 رفیقات قبل ازیں اس امتحان سے گزر چکی ہیں الحمدللہ ٹھیک 1:00 بجے تمام رفیقات پرچہ دے کر فارغ ہو گئیں۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ قابلِ رشک جذبہ ہماری رفیقات اپنے مردوں میں بھی منتقل کریں اور باہم تعاونوا علی البر والتقویٰ کے حوالے سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ (ناظمۂ حلقۂ لاہور)

معیاری نصابی تعلیم' پرسکون باوقار علمی ماحول' دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام

قرآن کالج
آف آرٹس اینڈ سائنس (الحاق شدہ BISE)
191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
فون: 5833637 - 5860024

F.A (Arts Group)
F.A (General Science)
I.C.S (Maths+Stats+Comp.)
I.C.S (Maths+Phys.+Comp.)
I.Com (Banking)
I.Com (Computer)
B.A (Economics + Maths)
B.A (Other Combinations)

انٹرمیڈیٹ کلاسز میں داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 31 جولائی ہے

موقع پر تشریف لا کر کالج کی عمارت' لائبریری' کمپیوٹر لیب' کالج ہاسٹل اور شاندار ''قرآن آڈیٹوریم'' کا معائنہ بھی کیجئے۔ کالج کا تعارفی بروشر مفت اور پراسپکٹس -/30 روپے میں حاصل کیجئے۔

— زیر اہتمام —
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

صدر مؤسس
ڈاکٹر اسرار احمد

ذہین و مستحق طلبہ کے لئے وظائف کی خصوصی سہولت

پاکستان کو تین ارب ڈالر کی امداد

ہفتۂ رواں کے دوران میں پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے چار بڑے ملکوں کا بیس روزہ دورہ کیا۔ امریکا کے دورے میں صدر بش نے پاکستان کو تین ارب ڈالر کی امداد کا اعلان کیا' جسے ابھی کانگرس کی منظوری درکار ہے۔ اس امداد پر ہر طرح کی تبصرہ آرائی ہو رہی ہے' سب سے دلچسپ' طنز آمیز لیکن حقیقت پسندانہ تبصرہ بی بی سی کی رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر امریکی سنٹرل کمانڈ کی ویب سائٹ پر 19 مئی کو یہ تفصیلات نہ آئیں کہ پاکستان نے 11 ستمبر کے بعد لڑی جانے والی افغان امریکا جنگ میں امریکا کو پانچ فضائی اڈے فراہم کئے' آٹھ ہزار امریکی میرین پسنی کی بندرگاہ کے راستے قندھار پہنچائے گئے اور پاکستان سے امریکی طیاروں نے افغانستان پر کارروائی کے لئے 58 ہزار اڑانیں کیں تو صدر پرویز مشرف کی یہ شہرت اب تک برقرار رہتی کہ وہ ہر بات منہ پر کہتے ہیں اور کچھ نہیں چھپاتے۔ مگر حکومت پاکستان کی یہ سعادت مندی ہے کہ اُس نے نہ صرف سنٹرل کمانڈ کی ویب سائٹ پر شائع ہونے والے افغان فوجی معرکے کے اعداد وشمار کی صحت تسلیم نہیں کی' بلکہ اس بات کو بھی جنرل پرویز مشرف' اُن کے وزیر خزانہ شوکت عزیز اور وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد نے غلط قرار دیا ہے کہ 11 ستمبر کے بعد سے اکتوبر 2002ء تک کے ایک برس میں پاکستان کو اقتصادی طور پر دس ارب ڈالر کا نقصان پہنچا ہے۔ اس سعادت مندی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پاکستان کو امریکا نے پانچ برس کے عرصے میں تین ارب ڈالر کی اقتصادی اور فوجی امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔ اسے شکریے کے ساتھ قبول کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اب آگے کے لئے کیا "حکم" ہے۔

عراق کے خلاف حالیہ امریکی برطانوی فوجی مہم کے دوران مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے بعد امریکا کے سب سے قریبی اتحادی مصر نے صرف اتنا کہا تھا کہ نہر سویز امریکی اور برطانوی جنگی جہازوں کے لئے مظاہروں کے باوجود کھلی رہے گی۔ مصر نے عراق کے خلاف کوئی فوجی اڈہ نہیں دیا اور نہ یہ عندیہ دیا کہ اُس کی فوج امریکا کے شانہ بشانہ عراق میں جائے گی۔ اس کے باوجود مصر نے امریکہ سے چار ارب ڈالر لے کر جیب میں ڈال لئے۔ عراق کے خلاف ترکی کی سرزمین استعمال کرنے کے عوض امریکا نے ترک حکومت کو 26 ارب ڈالر کے اقتصادی پیکج کی پیشکش کی' لیکن حکومت ترکی نے اس پر لات مار دی' مگر حکومت پاکستان اس مرتبہ بھی سب سے بازی لے گئی۔ اُس نے نہ صرف پورا ملک پوری طرح امریکا کے لئے کھول دیا' بلکہ ایف بی آئی اور سی آئی اے کو بھی پاکستان میں کسی بھی جگہ آپریشن کرنے کی اجازت دے دی۔ یہی نہیں بلکہ پاک افغان سرحد پر امریکی نیٹ ورک کے بقول 60 ہزار ریگولر فوج اور 55 ہزار نیم فوجی فورس بھی متعین کر دی اور یوں القاعدہ کے سب سے زیادہ ملزم پکڑنے کا عالمی ریکارڈ بھی قائم کر کے دکھا دیا۔ اب پاکستان عراق میں بھی اپنے دس ہزار فوجی بھیجنے پر آمادہ ہے بشرطیکہ ان فوجیوں کا خرچہ پانی امریکا برداشت کرے اور کم از کم ایک اور مسلم ملک عراق میں سنتری گیری کے لئے آمادہ ہو جائے۔ جب انیسویں صدی میں روسی فوجوں نے بخارا کا محاصرہ کیا تو بخارا کے امیر کے پاس زار روس کا ایک ایلچی گیا اور پیش کش کی کہ اگر وہ مزاحمت ختم کر دیں تو روس اسے منہ مانگی رقم دے سکتا ہے۔ امیر بخارا نے کہا ٹھیک ہے' مجھے 60 ہزار روبل چاہئے۔ روسی ایلچی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ بخارا کے قبضے کے بعد اس ایلچی نے امیر بخارا کے ایک درباری سے پوچھا' تمہارے امیر نے اپنی ریاست کا اتنا سستا سودا آخر کیسے کر لیا۔ درباری نے جواب دیا' بڑی سادہ سی بات ہے۔ ہمارے امیر کو 60 سے اوپر کی گنتی ہی نہیں آتی۔ خیر باقی باتیں تو غیر ضروری ہیں' لیکن یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ صدر بش نے جنرل پرویز مشرف کو کیمپ ڈیوڈ میں ساڑھے چار گھنٹے تک رکھا۔

امریکی مشروبات کا بائیکاٹ

11 ستمبر کے واقعات کے بعد اور بالخصوص عراق پر امریکی جارحیت' اور مسلم ملکوں کے خلاف امریکا کی معاندانہ خارجہ پالیسی کے باعث تمام مسلم ممالک میں امریکی اور برطانوی کمپنیوں کے مشروبات کا بائیکاٹ تیزی سے جاری ہے اور اس بائیکاٹ کے نتیجے میں ایک نیا مشروب "مکہ کولا" کے نام سے گزشتہ برس رمضان کے مہینے میں پیرس میں متعارف کرایا گیا تھا۔ تیزی سے مسلم ممالک میں مقبول ہو رہا ہے۔ بھارتی سیٹلائٹ ٹی وی اور زی ٹی وی کی اردو کی رپورٹ کے مطابق مسلم ممالک میں امریکی مشروبات کے بائیکاٹ میں تیزی آ گئی ہے اور مکہ کولا نے ان علاقوں اور ملکوں میں ریکارڈ مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ مکہ کولا استعمال کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ وہ پہلے کوکا کولا صرف اس لئے خریدتے تھے کہ کوئی متبادل نہ تھا' لیکن اب مکہ کولا اس کا صحیح متبادل سامنے آ گیا ہے۔ اس کا ذائقہ بھی کوکو کولا سے بہتر ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مکہ کولا کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی کا دس فیصد فلسطینیوں کی بہبود کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔

فلسطین میں تین ماہ کے لئے جنگ بندی

فلسطینی اتھارٹی اور حکومت اسرائیل دونوں طرف سے "امریکی روڈ میپ" پر محض دکھاوے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں مثلاً 30 جون کو فلسطین کے جہادی گروپوں حماس' الفتح اور اسلامی جہاد نے اسرائیلیوں کے خلاف حملے فوری طور پر بند کر کے تین ماہ کی جنگ بندی کا اعلان کیا ہے۔ ایک مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ وہ یہ اعلان اسرائیل کی طرف سے یاسر عرفات اور فلسطینی عوام کا محاصرہ ختم کرنے کے وعدے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے جواب میں کر رہے ہیں۔ اسرائیل بھی فلسطینی شہروں کے محاصرے ختم کرے تاکہ بندیاں' ہلاکتیں اور گھروں کی مسماری بند کر دے۔ تمام فلسطینی قیدی رہا کر دیئے جائیں ورنہ یک طرفہ طور پر فلسطینی گروپ اس جنگ بندی پر عمل درآمد کے پابند نہ ہوں گے۔ یکم جولائی کو الاقصیٰ بریگیڈ نے بھی جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ اس کے جواب میں اسرائیل کا وزیر اعظم شیرون عرفات کو غزہ سٹی تک جانے کی اجازت دینے پر تیار ہو گیا 3 جولائی کو اسرائیلی فوج نے روڈ میپ کے مطابق بدھ کو سات ماہ بعد مغربی کنارے کے مقدس شہر بیت اللحم کو خالی کر دیا اور فلسطینی پولیس نے سیکورٹی کنٹرول سنبھال لیا۔ طرفین کے ان اقدامات پر اظہار خوشنودی کے طور پر امریکا نے فلسطینی اتھارٹی کو تعمیر نو کے لئے 30 ملین ڈالر کی امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔

ناپائیدار زندگی

خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی بیوی نے ان سے کہا "بچوں کے لئے اچھے کپڑوں کا انتظام کرنا ہے۔ عید سر پر آئی ہے۔ سلطنت کے امیروں اور سرداروں کے بچے عید کے دن اچھے اچھے کپڑے زیورات پہن کر نکلیں گے اور خلیفہ کے بچے خستہ حال ہوں گے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

خلیفہ عمرؒ نے کہا "میں مجبور ہوں۔ مجھے منصب خلافت کا جو روزینہ ملتا ہے' اس سے بچوں کے لئے اچھے کپڑے تیار نہیں ہو سکتے۔"

بیوی بولیں "آپ مجھے ایک ہفتہ کا روزینہ پیشگی دے دیجئے۔ میں اس میں سے کچھ بچا کر کپڑے خرید لوں گی۔"

خلیفہ نے جواب دیا "کسے معلوم کہ میں ایک ہفتہ زندہ رہوں گا؟ اگر زندہ رہوں بھی تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ لوگ مجھے ہفتہ ختم ہونے سے پہلے اس منصب سے ہٹا نہ دیں گے؟"

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تفہیم دین کورس بمقام پھالیہ (حلقہ گوجرانوالہ)

اس چار روزہ تفہیم دین کورس کے لئے اُسرہ پھالیہ کی طرف سے 6 عدد بینرز' چند خصوصی بینرز کے علاوہ ہینڈ بلز کی تقسیم کے ساتھ ساتھ احباب کو خصوصی دعوت نامے بھی دیئے گئے تھے۔ کورس کی تفصیلی رپورٹ درج ذیل ہے۔

مورخہ 26 جون کو کورس کی پہلی کلاس کا آغاز ہوا۔ تلاوتِ قرآن کریم کی سعادت مسجد منہاج القرآن کے امام محترم قاری غلام نبی نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد حلقہ کے ناظم شاہد رضا نے تنظیم کا تعارف اور اس کی غرض و غایت بیان کی۔ اُسرہ پھالیہ کے نقیب محترم ڈاکٹر مشتاق احمد نے کورس کا تعارف کروایا اور ہونے والے موضوعات پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی نیز کورس کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا۔

آج کی پہلی کلاس حلقہ گوجرانوالہ کے ناظم دعوت و تربیت محترم خادم حسین صاحب نے لی۔ آپ نے مختصر الفاظ کے اندر قرآن سے دوری اور اتحادِ امت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کے حقوق مفصل بیان کئے۔

انہوں نے فرمایا کہ امت کا شیرازہ بکھرنے کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑ رکھا ہے۔ جب تک ہم قرآن کو اُٹھانے والے نہیں بنتے ذلت اور رسوائی اُمت کا مقدر رہے گی۔ قرآن حکیم کے حقوق کے ساتھ آپ نے آیۃ البر کے حوالے سے نیکی کا تصور بھی بیان کیا۔

27 جون کو محترم عبداللہ نور نے مذہب اور دین کا فرق واضح کرتے ہوئے ''فرائض دینی کا جامع تصور پر مفصل بیان کیا۔ عبداللہ نور بھائی نے اس بات پر زور دے کر کہا کہ جب تک ہم اس محدود مذہبی تصور سے آزاد نہیں ہوتے اور پورے دین کی طرف راغب نہیں ہوتے ہم مکمل طور پر بندگی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے ہیں۔

28 جون کو راقم نے نجات کی راہ پر لیکچر دیا۔ سورۃ العصر کے حوالے سے نجات کی راہ پر چلنے کے لئے چار لوازم کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اسی موضوع پر مزید روشنی محترم محمد اشرف وصی صاحب نے ڈالی آپ نے کہا کہ اصل میں ایمان' عمل صالح' تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ایک ہی کام کے چار اجزا ہیں جو کہ آپس میں باہم مربوط ہیں۔ ان میں سے ہر عمل دوسرے عمل کا تقاضا کرتا ہے۔

29 جون کے پروگرام میں موضوع تھا ''اجتماعیت کی اہمیت اور غلبہ دین کا نبوی طریقہ کار''۔ اس کو بیان کرتے ہوئے محترم رحمت اللہ بٹر صاحب لاہور سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس پروگرام میں 70 احباب نے شرکت کی۔ رحمت اللہ بٹر صاحب نے سلیس اور سادہ زبان میں موضوع کو بیان کیا آپ نے جماعت کی اہمیت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا اور جماعتی زندگی ہی کو اصل اسلامی زندگی ہونا ثابت کیا۔ اور خاص کر وہ جماعتی زندگی جو کہ غلبہ دین کے لئے کوشش کر رہی ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے منہج کے تمام مراحل بیان کئے اور غلبہ دینے کے لئے اُسوہ محمدی کو مکمل طریقے سے تھامنے پر زور دیا۔

اختتام پر طلباء میں اسناد تقسیم کی گئیں یاد رہے کہ اس چار روزہ پروگرام میں مسلسل آنے والے حضرات کی تعداد 30 تھی۔

اس تفہیم دین کورس کے علاوہ پھالیہ شہر میں ہونے والے دروس قرآن و حدیث کی تفصیل درج ذیل ہے:

تاریخ بمقام مدرس

26 جون' درس قرآن مسجد جٹاں والی' خادم حسین صاحب

26 جون' درس قرآن مسجد عزیزہ' شاہد رضا

26 جون' منہاج القرآن' محمد اشرف وصی

26 جون' درس حدیث بعد از نماز مغرب مسجد مہاجرین' خادم حسین صاحب

27 جون' درس قرآن مسجد میاں عبدالوالی' محمد اشرف وصی

27 جون' درس قرآن مسجد جٹاں والی' خادم حسین صاحب

27 نماز فجر کے بعد درس قرآن' خادم حسین صاحب

خطابِ جمعہ' مسجد منہاج القرآن' محمد اشرف وصی' عنوان ''توحید عملی''۔

خطابِ جمعہ' مسجد عبدالوالی' عبداللہ نور' عنوان' توحید عملی۔

خطابِ جمعہ' مسجد جٹاں والی' خادم حسین' عنوان ''منہج انقلاب نبوی''۔

27 جون بعد از نماز مغرب جامع مسجد چک جانو کلاں بیان ہوا۔ موضوع زبان کی حفاظت (محمد اشرف وصی)

28 جون مسجد مہاجرین بعد از نماز فجر (درس قرآن' محمد اشرف وصی)

29 جون درس قرآن مسجد مہاجرین بعد از نماز فجر' چوہدری رحمت اللہ بٹر۔

(مرتب: شاہد رضا)

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی و تنظیمی اجتماع

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی و تنظیمی اجتماع دفتر حلقہ لاہور ریواز گارڈن میں یکم جون بروز اتوار منعقد ہوا۔ ناظم کے فرائض لاہور وسطی کے امیر حافظ محمد عرفان نے ادا کئے۔ اجتماع کا آغاز نو بجے اللہ کی بارگاہ میں شکرانے کے نفل ادا کر کے کیا گیا۔ ابتدائی گفتگو میں حافظ محمد عرفان نے رفقاء کی توجہ اس طرف دلائی کہ ہمیں اپنی عبادت کو ریاکاری سے بچانا پڑے گا' تاکہ ہماری عبادت صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو' مزید برآں انہوں نے اخلاصِ نیت اور اتباع کے حوالہ سے گفتگو کی۔ حقوق العباد کے موضوع پر ڈاکٹر غلام مرتضٰی نے روشنی ڈالی' انہوں نے کہا کہ دین صرف چند رسوم و عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ پوری زندگی عبادت ہے اور حضورؐ کی پوری زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ رہے گی۔

سیرت النبیؐ کے موضوع پر نعیم اختر عدنان صاحب نے بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی' خصوصاً انہوں نے سیرت النبیؐ کی مختلف کتب کا حوالہ دے کر رفقاء کو ترغیب دلائی کہ ان کتب کا ضرور مطالعہ کریں۔ تقریباً 11:30 پر چائے کا وقفہ کیا گیا۔

وقفہ کے بعد محمد یونس صاحب نے ماہنامہ میثاق کا تعارف کرایا اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا اور اہم اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد اقبال حسین صاحب نے مطالعۂ قرآن حکیم کے سلسلہ میں منتخب نصاب نمبر 2 میں سے سورۂ الشوریٰ کی آیات نمبر 13 تا 15 کے حوالہ سے اقامتِ دین کی جدوجہد کے ضمن میں ایک بندۂ مومن کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

نمازِ ظہر و کھانے اور آرام کے وقفہ کے بعد تقریباً 4:30 پر دوبارہ پروگرام کا آغاز ہوا۔ عصر کی نماز تک حافظ محمد عرفان نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سیرت کے کچھ ایمان افروز واقعات رفقاء کے سامنے رکھے۔ عصر کی نماز کے بعد امیر حلقہ جناب مرزا ایوب بیگ صاحب نے تاریخ اسلام کے کچھ سبق آموز واقعات رفقاء کے سامنے پیش کئے۔ انہوں نے حالاتِ حاضرہ پر بھی گفتگو کی۔

مغرب کی نماز کے بعد عبدالرزاق صاحب نے مسلمانوں کی دینی ذمہ داریوں کے حوالہ سے سورۃ التوبہ کی آیات 111' 112 پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان آیات کی روشنی میں انہوں نے کہا کہ جو لوگ بھی اپنی آزاد مرضی سے اپنی جان اور مال اللہ کے حوالے کر دیں ان کے لئے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے' اللہ کی ہستی قائم و دائم ہے' وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اور جن مؤمنین سے یہ وعدہ کیا جا رہا ہے ان کی نشانیاں یہ ہیں:

1۔ کثرت کے ساتھ توبہ کرنے والے۔ 2۔ بندگی کرنے والے۔ 3۔ حمد بیان کرنے والے۔ 4۔ دنیاوی لذات سے کنارہ کش رہنے والے۔ 5۔ کثرت کے ساتھ رکوع و سجود کرنے والے۔ 6۔ معروف کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے۔ 7۔ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔

اس پروگرام پر یہ ایک روزہ تربیتی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: امجد محمود)

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ساتھ شروع سے وابستہ ڈاکٹر محمد عثمان' جمعہ 4 جنوری کو لاہور میں وفات پا گئے۔ مرحوم زندگی بھر دین کی خدمت میں مصروف رہے' اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

حلال کمائی

مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے کفن کے لئے دو روپے چار آنے چھوڑے تھے اور یہ دو روپے چار آنے انہوں نے ٹوپیاں سی کر کمائے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی تین سو روپے انہوں نے غریبوں میں بانٹنے کے لئے چھوڑے تھے۔ یہ رقم انہوں نے قرآن مجید کی کتابت کر کے حاصل کی تھی۔

"bitterness to his tone," or when they say he "is not good at keeping his cool." Dictators really go through motions. When the anger subsides, depression replaces it. Depression only breaks when the anger resurfaces. These feelings become overpowering.

In response to the previous column, "The Reign of a Compulsive Gambler," one of our friends wrote back two lines, "You are a strange personality. Musharraf brought Pakistan a respect in the world." We need to come out of the superficial and a perfunctory analysis of current affairs and try to understand the meaning of respect and shame to understand what Musharraf says and does. However, before going into details of respect and shame, we need to keep in mind that a leader's attitude is considered a reflection of the national behaviour. Nawaz Sahrif handed over Aimal Kansi to the U.S., but his prosecutor believed and publicly stated that all Pakistanis would "sell their mothers for a few thousand dollars." Musharraf gambles but the world believes "Pakistan has clearly gambled and lost."(3)

As far respect is concerned, we may recourse to Ego (khudi) - a word used in a very wide sense. Its highest form is the creation of values and ideals and the endeavour to realise them. As upholding these values and ideals fortifies the Ego, asking (sua'l) weakens it." All that is achieved without personal effort comes under sua'l. The son of a rich man who inherits his father's wealth is an 'asker' (beggar); so is every one who thinks the thoughts of others and surrender his values to survive merely by serving others' interest. No one respects beggars, sell-outs and those who prostrate themselves merely for their survival. Allama Iqbal noted almost a century ago: ***Woe to him that accepts bounty from another's table/And lets his neck be bent with benefits!/He hath consumed himself with the lightning of the favours bestowed on him,/He hath sold his honour for a paltry coin.*****(4)**

Musharraf is celebrating his $3 billion package, which is subject to congressional approval as well as strings that are yet to be designed. He is happy that we have been "compensated manifold for our total expenditures on war against terrorism." This is a negation of reality, total self-deception. This is what Allama Iqbal called "seeking water from the fountain of the sun." Joining an immoral, ill-defined, and unjust war with the expectation to be financially compensated make us lose our self. A few billion dollars is not the reward for the humiliation, death and destruction brought about by this war on innocent people, not only in Afghanistan and Pakistan, but also all over the world.

Not even thirty billion dollars from a lair of the century will restore respect to Musharraf, which he has lost with surrendering his Ego. We need not to go too far. Imagine if a few billion dollars can restore respect a family shown in pictures at http://www.informationclearinghouse.info/article3916.htm. Everyone knows that this is not the only family. It is a daily routine in Afghanistan, Iraq and even Pakistan for hundreds and thousands of families. Our collaboration in an unjust aggression in the name of war on terror has earned us this respect.

Musharraf is not a problem. He is a symptom of our collective affliction. In the words of Iqbal, when a mountain loses its self, it turns into sand and complains that the sea surges over it. We do not deserve to complain because most of us regard our humiliation our respect. We sully the honour of our pure religion for our personal interests. We seek out daily bread from the bounty of another and that too at the cost of surrendering our values and norms. Iqbal says: ***A whole ocean, if gained by begging is but a sea of fire; Sweet is a little dew gathered by one's own hand. /Be a man of honour, and like the bubble./Keep the cup inverted ever in the midst of the sea!*** (Israr-e-Khudi).

The friend, who believes Musharraf has given us respect, after going through views of Allama Iqbal relies: "All this stuff does not apply any more in this advance new world. Wake up and get all your respect from the world and get stronger and stronger." Of course, technologically the world has gone too far. However, man and his basic human nature remains the same. Anyone surrendering his ego (khudi) before cruise missiles is not going to get any respect and all the trillions gained in this bargain is but a sea of fire for those who understand what respect is all about.

Through servitude even a virtuous man goes astray His branches are shorne of leaves even when there is no autumn. Devoid of good taste, he takes the evil for the good

He is dead without death and carries his corpse on his shoulders. He has staked away the very honour of life, And like asses is content with hay and barley.**(5)**

If Bush could not bring any respect to the US with all the money, missiles and might, it would be another joke of the century to believe that Musharraf has brought respect to Pakistan as a sepoy and surrogate of Bush with a couple of billion dollars. He is rightly ashamed. Let us be so as well.

End Notes

1. Khidhr is supposed to have drunk of the Fountain of life. His story is mentioned in Al-Qur'an at 18. 65: His name is not mentioned in the Qur'an, but Tradition gives it as Khidhr. Round him have gathered a number of picturesque folk tales. "Khidhr" means "Green": his knowledge is fresh and green, and drawn out of the living sources of life for it is drawn from Allah's own Knowledge. He is a mysterious being, who has to be sought out. He has the secrets of some of the paradoxes of Life, which ordinary people do not understand, or understand in a wrong sense. The nearest equivalent figure in the literature of the People of the Book is Melchizedek or Melchisedek (the Greek form in the New Testament). In Gen. xiv. 18-20, he appears as king of Salem, priest of the Most High God: he blesses Abraham, and Abraham gives him tithes.
2. Allama Muhammad Iqbal, Asrar-e-Khudi (1915), Verses 463-474
3. Gulf News, December 12, 2000. "Pakistan has clearly gambled - and lost - the public relations war in Kashmir with its support for unbridled guerrilla warfare."
4. Allama Muhammad Iqbal, Asrar-e-Khudi (1915)
5. Allama Muhammad Iqbal, "Zaboor-e-Ajam," 1927 Under Question 9 or prologue, verses 37, 39, 41-44.

زندگی......

انسان کی زندگی بامقصد ہونی چاہئے۔ پیدا ہو کر کھانا پینا اور مزے اڑانا زندگی کا نام نہیں ہے۔ میرے نزدیک زندگی کا صحیح اور سچا اصول یہ ہے کہ ہر انسان تربیت اور تعلیم سے آراستہ ہو کر زندگی کا کوئی ایک مقصد طے کر لے۔ دنیا میں ایسے ہی انسان کامیاب ہوتے ہیں جو مقصد متعین کرتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں۔"

حکیم محمد سعید شہید کا ایک صائب مشورہ۔

Integration of Islam and injustice is impossible. If Muslims failed to take the lesson the easiest way, Afghanistan and Iraq like invasions, occupations and subsequent systematic humiliation is in store for them to let them forget about their petty interests and form the much needed single party to "enjoin the right and forbid the evil." (2) Such a revolution is inevitable. It has to come either with or without a drubbing by the U.S. and its Allies. If the flag bearers of liberal and Mulla extremes in Islam did not bring down their solidified skyscrapers of personal stakes with their own hands, cruise missile will do it for them.

Muslim organizations, working in various countries for the establishment of Islamic system should co-ordinate and constitute "Islamic convergence and integration committees" at national and global level. The sole objective should be removing differences, bridging gaps and paving way for eventual integration of different groups.

The Islamic Convergence and Integration Committees will focus on sorting out the most pressing issues used by the proponents of a "war within Islam" for making the gulf between different groups, parties and so-called liberal, moderate and other kinds of divisions unbridgeable. Since there is only one Qur'an that is untarnished from the scars of time, it would reaffirm the unity of Muslims in the strongest possible terms. Various Islamic groups can re-emerge as a single party - a pressure group - not interested in seats and power, but with a set of demands, which will lead to the establishment of Islamic system, irrespective of whomever then run it.

Such a committee may take years to overcome the present hurdles, which are less conceptual and more personal, but it would be better than continuing to maintain a status quo in Muslim religious research. If the situation remains as it is, there will be no ray of light, and darkness shall prevail, as it has for three centuries - MMA and other such "blips" notwithstanding.

A "correct" implementation of Islam as a Deen, not mere Shari'ah, will only make a country Islamic. Islam will bring peace, not bloodshed. Human rights will be protected, not violated. People will become prosperous, not poorer. Children will grow up to be healthy and strong, not weaker. National wealth will not be plundered but safeguarded. People will learn to tolerate and respect other opinions, and not kill and maim in mosques. This is what must happen if Islam is practiced in letter and spirit.

What religious leaders need to understand is that their parties and alliance for establishing Islamic state do not make any sense; a single party does. There could be different parties within an Islamic state, but different parties for establishing an Islamic state make the task impossible. Blinders of self-interest may not let leadership of religious parties see this reality. It is time for their followers to see if their separate identities make any sense or serve any interest in the larger interest of their core objective.

End Notes:

1. "And be not of the Mushrikoon (unbelievers). Of those who split up their religion and became sects." Al-Qur'an 30:30. "And be not as those who divided and differed among themselves after the clear proofs had come to them." Al-Qur'an 3:105. "And do not dispute (with one another) lest you lose courage and your strength depart." Al-Qur'an 8:46.
2. A-Qur'an, 3:11

Joke of the Century

By: *Abid Ullah Jan*

Woe to him that accepts bounty from another's table
And lets his neck be bent with benefits!
He hath consumed himself with the lightning of the favours bestowed on him,
He hath sold his honour for a paltry coin,
Happy the man who thirsting in the sun
Does not crave of Khidhr a cup of water! (1)
His brow is not moist with the shame of beggary;
He is a man still, not a piece of clay...
Allama Iqbal (2)

In a wrap-up briefing to the Pakistani journalists in Washington General Musharraf cracked a joke of the century with his comment: "I actually feel ashamed to ask for more money."

These words are no joke. However, they become so when a dictator, who has surrendered almost everything for prolonging his rule, utters them just after some undisclosed deals with his sponsors. It becomes a joke when an autocrat, who played with the constitution of his country, says he is ashamed. It becomes a joke when we look at the past of a hypocrite who betrayed his closest friends; an egocentric, who set aside all principles of justice and assisted the greatest power of the time in killing thousands of Muslims and occupying a country without a shred of evidence in support of its allegations.

General Musharraf says he felt "ashamed" to ask for more money. This is nevertheless a hopeful joke. The is a sign that this pathological egocentric has some chances of rehabilitation, provided he is pricked a bit harder. We had actually given up hope on the sell-out, who put up everything on sale from our independence to his personal faith.

Such sell-outs typically experience overwhelming guilt. This guilt builds up over time and can continue even after their dictatorship has ended (it is another matter that few dictators have outlived their dictatorial rule). It seems that negation of all moral values and norms, and the result of lying and deceiving leave a permanent raw space within themselves that robs them of serenity and spiritual growth.

Such personalities, which are busy in silencing their conscience, also strive to hide their conduct from themselves while knowing deep down inside that they are guilty. Apparently, Musharraf used the word 'shame' for his asking more money from the US. In fact, it is the pathological guilt that builds and gets worse with all his deals behind the closed doors. Asking money just gave him the opportunity to express his guilt. In a blind effort to push his guilt behind him and into the background, he may need to surrender more to gain more recognition and applause abroad and to stay ahead of his own feelings.

Dictators feel badly for having lied. They feel angry because people are on their backs and keep reminding them about their bad behaviour. They feel fear for having written a bad cheque and the possibility of being discovered. They know that even their sponsors do not fully trust them for the reason that any one who can betray his own people can betray anyone.

Reporters are right when they report that Musharraf "sounded perturbed," or he added

Vol : 12 Regd.No.LRL-50 No.25
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Forsake Religious Parties

We used to call for an alliance of religious parties. Now that we have seen and experienced it in Pakistan in the form of MMA, the case has become stronger to say good-bye to religious parties once and for all. The case becomes even stronger when we witness bloody sectarian events, such as the one in Quetta on July 3, carried by different groups mushroomed under the same banners of defending Islam.

Such acts by the anti-Islam elements only help strengthen the argument of anti-Islam forces.

Muslims in general and followers of the religious parties in particular need not be so enamoured with the Taliban's rise and fall, the MMA's win or loss or some other religious party's isolated success somewhere else, because the task ahead is far greater than winning elections or passing a Shari'ah bill.

The most serious issue that has emerged in the 21st century is the Western resolve not to let any Islamic government emerge in any country around the world - regardless of its merits and the wishes of millions of Muslims. The myths, such as Shari'ah is inhuman, Islamic governments are repressive and their totalitarian nature would undermine existence of Western societies, have deepened beyond our imagination. It is just a matter of days when individual or groups, working for the establishment of Islamic state, would be declared terrorist and subsequently banned. Very soon the powerful media will blur distinction between the sectarian groups carrying out such bloody attacks and the religious parties claiming be working for Islamisation of the society in a peaceful manner.

With regard to Quetta incident, we need to keep in mind that Shiite are aligned with MMA, Musharraf has just returned from abroad and is in need of splitting MMA. Record of government agencies in staging such events for proving its indispensability is not hidden from anyone. Nevertheless, irrespective of all these facts and speculations, all responsibility still falls back on the shoulders of religious leadership.

As a direct result of various religious parties - every one claiming to work for the establishment of Islamic state - misunderstanding about Shari'ah has increased to the extent that it seems impossible to make two Muslims agree on a particular form of Shari'ah. Many of the Muslims are unaware of their individual and collective responsibilities and subsequently feel that they are responsible only for their individual acts on the Day of Judgment and the concept of an Islamic state is redundant and irrelevant.

Since Muslims are not fully aware of their responsibilities, they lack the sense of obligation to understand Islam. It further leads to lack of awareness about the core issues as well as the difficulty in differentiating between right and wrong. Incomplete, unplanned and above all self-centred attempts at implementing Islam have further worsened the situation. The most common fear due to the presence of multiple Islamic parties and the untutored mind of common man is that in an Islamic state someone would control if men should keep a beard, wear a particular brand of clothes and be forced to as many different thoughts as the parties there are.

Despite the so obvious lack of understanding and lack of interest to learn, most Muslims love to interpret Islam for themselves. As a result, even though most people in Muslim countries wish for an "Islamic" government, it is impossible for two people to sit down on a dinner table and not disagree over their personal interpretation of religion. The problem deepens when common man sees a coalition of religious parties but not a single religious party with a pool of capable leaders and researchers, equipped with the historical hindsight and geo-political realities of the world to truly understand the complex equation that drives various affairs in their respective countries.

Whether government agencies or sectarian outfits are responsible, the fact remains that neither would religious leaders have established their separate showrooms, nor would such elements had a chance to do such bloodletting.

It is thus true that Islam is a challenge to corrupted form of democracy but the present day Muslims are definitely not. Democracy will prevail, no matter how much totalitarian it may become and no matter how many holocausts it may bring upon human beings in the time to come. The present state of affairs will continue as long as Muslims do not seriously undertake the challenge they are facing. Democracy will remain unchallenged as long as Muslims do not understand that Islam does not offer a myopic view of the world.

Actually, two extremes are interpreting Islam for the majority of Muslims who are passive recipients and have refused to move out of their personal comfort zones. Interpretation of the Mullah mentality is out of synch with the present world. Interpretation of the neo-moderate mentality, on the other hand is an aberration.

The energies the religious parties are wasting in throwing out Musharraf or his LFO in Pakistan are far more than they need to utilise in merging their parties into a single party for presenting a model of Islamic state to the world. For that the basics needs to be correctly aligned. They need to understand that Shari'ah serves Islamic system. It is part of the whole. In the prevailing un-Islamic systems in Muslim countries, Shari'ah alone can do no good; rather it would strengthen the corrupt system and harm the image of Islam. Shari'ah is not the burning issue, the system is. Shari'ah is not the challenge, establishing Islamic governance mechanism as a whole is. That is, however, impossible with multiple religious parties with limited public support. Multiple parties and is nothing more than the negation of the truth of tawheed and violation of the message of Islam.(1)

Leadership of religious parties have the tendency to glorify themselves. Many of the organisations are the direct result of their leaders' looking for distinction. Supremacy of Islam is just part of the objectives of their grouping together into an Alliance. They are not ready to relinquish separate party identities because their monopoly of a seat or two in the national or provincial assembly may suffer. So, the stated objective of these religious parties, i.e., establishing the Deen, has in fact become even harder, since the means have become ends in themselves.

This factor is greatly affecting their leadership. It is not only votes that count. They need to establish and run a system as well. The only way they can attract members that are more capable is to join ranks, abandon separate identities and put forward a model of Islamic state before the public. Efforts of groups such as the MMA in NWFP, Pakistan seem an exercise in futility because there is no way they would eliminate Riba and landlordism or amend the constitution Islamically.